



Dr.Maulivi Hasmat Ullah  
**CLEAR PROOFS**

**Barrahin-i-Naiyyara**

بَرَاهِیْنِ نَائِیْرَا

ڈاکٹر مولوی حشمت اللہ

1927

[WWW.NOOR-E-HAYAT.COM](http://WWW.NOOR-E-HAYAT.COM)

آسمان اور زمین ٹل جائیں گے لیکن میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی۔ (متی 24 باب 35)  
خداوند کا کلام ابد تک قائم رہیگا۔ (1 پطرس 1 باب 25 آیت)  
جس بات کا میں تم کو حکم دیتا ہوں اُس میں نہ تو کچھ بڑھانا اور نہ کچھ گھٹانا (استثنا 4 باب 2 آیت)

# برائین نیرک

در باب صحت و اصلیت بائبل

ابطالِ دعویٰ تحریفِ بائبل

مصنف

ڈاکٹر مولوی حشمت اللہ

ایچ۔ پی۔ ایل۔ ایل (منشی فاضل) اینڈ ایل۔ بی۔ ایم  
قصور کوٹ پیرانوالہ ضلع لاہور پنجاب

1927

# دیباچہ

جب برادرانِ اسلام کو کہا جاتا ہے کہ قرآنِ عربی میں جا بجا کتابِ مقدس (بائبل) کی بیحد تعریف و توصیف کی گئی ہے۔ اور وہ صاف اور مشرح طور سے شہادتِ کامل دیتا اور تصدیق کرتا ہے۔ کہ کل کتابِ المقدس (بائبل) کلامِ اللہ ہے۔ اور وہ امامِ الکتب اور رحمت ہے۔ کتاب واضح، صاف اور روشن ہدایت اور صاحبانِ عقل کے لئے بصیرت ہے۔ اور ہدایتِ خلاق اور تعلیمِ راہِ خدا اور دین کی بابت سب سے عمدہ، افضل اور احسن امور میں اکمل و اتم و مفصل و مشرح ہے۔ اور ہر شے کی اُس میں تفصیل ہے۔ وہ ہدایت و رحمت ہے تاکہ لوگ اپنے پروردگار کے ملاقی ہونے پر ایمان لائیں۔ وہ بصیرت اور روشن ضمیری آدم زاد کو بخشی ہے۔ وہ فرقان اور روشنی اور نصیحتِ خدا پرستوں اور مومنین کے لئے ہے اور وہ نہایت عزت والی رفیع و بلند و قدر اور نہایت مقدس کتاب ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

الغرض قرآنِ عربی اُس کتابِ المقدس (بائبل) کو ہمہ جہت و من کل الوجوه خدا پرستی و دینداری و ایمانداری اور ہدایت و شراعت میں کامل اور جامع بتاتا ہے۔ جس میں کسی ایماندار مسلمان کو حجت کرنے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

پھر قرآنِ عربی میں توریت و انجیل کی پیروی اور اُسکی جملہ ہدایات و احکامات پر عمل کرنے کی یہود و نصاریٰ کو بزورِ ترغیب دی ہے۔ بلکہ یہاں تک کہتا ہے کہ اگر اس پر عمل نہ کریں۔ تو اُن کا دین ناقص اور ناکارہ اور محض فضول ہو گا۔ جیسا کہ سورہ مائدہ آیت ۶۸ میں مرقوم ہے کہ:

**قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِّن رَّبِّكُمْ**

ترجمہ: تو کہہ اہل کتاب تم کسی شے پر نہیں ہو جب تک کہ توریت و انجیل کو قائم (عمل و تلقین) نہ کرو۔ اور اُس کو جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے۔

پھر مسلمانوں کو بھی سخت ترین کی تاکید کی گئی ہے کہ وہ تمام و کمال کتابِ المقدس پر ایمان لائیں۔ اور جو ایمان لائے اُس کو رحمتِ الہی اور جزائے عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور اگر کوئی مسلمان ہو کر کل الہامی کتابوں میں سے کسی ایک خاص کتاب پر یا اُس کے کسی جزو پر یا اُس کے کسی حصہ ہی پر ایمان لائے تو وہ کافر اور منکر ہے اور مستحق و سزاوار عذابِ شدید ہے۔ جیسا کہ سورہ بقرہ کی ۸۴ آیت میں مسطور ہے کہ:

**أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَن يَفْعَلُ ذَلِكَ مِنكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ**

**الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ**

ترجمہ: کیا تم الکتب (بائبل) کے کچھ حصے کو مانتے ہو اور اُس کے کچھ حصے کا انکار کرتے ہو۔ جو شخص تم میں سے ایسا کرے۔ تو اس کا بدلہ بجز اُس کے اور کیا ہے کہ اس دنیا میں اُس کو سوائی ہو اور قیامت کے دن بڑے سخت عذاب کی طرف لوٹایا جائے۔

پھر خود حضرت محمد صاحب کو حکم ہوا ہے کہ کتاب مقدس (بائبل) پر ایمان لائیں اور اُس کی ہدایت کی پیروی کر کے مسلمان کہلائیں۔ جیسا کہ سورہ انعام کی آیت ۹۱ میں لکھا ہے۔

**أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَاهُمْ اَقْتَبَا**

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں (خدا کے نبی اور بنی اسرائیل اور یہود و نصاریٰ) کہ جن کو خدا نے ہدایت کی پس اے محمد تو بھی اُن کی ہدایت کی پیروی کر۔

**وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتَابٍ**

ترجمہ: اور اے محمد تو کہہ کہ میں ہر ایک کتاب پر جو اللہ نے نازل کی ہے ایمان لایا (سورہ الشوریٰ آیت ۱۳)۔

**وَاٰمَرْتُ لِاَنَّ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ**

ترجمہ: اور مجھ کو حکم ملا ہے کہ میں پہلا مسلمان بنوں۔ (سورہ الزمر آیت ۱۲)

یاد رہے کہ ایمان بلا عمل کسی کو خدا کے غضب سے بچا نہیں سکتا۔ بلکہ بچانے والا اور زندہ ایمان وہی ہے جو کہ باعمل ہو۔ چنانچہ جو شخص قرآن عربی کا مطالعہ بڑے غور و فکر کے ساتھ سوچ سمجھ کر کرتا ہے۔ وہ اُن تمام اُمورات سے کماحقہ، وکما یعنی واقف آگاہ ہے۔ اس لئے یہاں زیادہ تر تشریح و تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔

الغرض جس طرح اُن الہی کتابوں پر مسیحیوں اور یہود کو ایمان لانا فرض ہے۔ اسی طرح تمام مسلمانوں پر بھی کتب سماوی سابقہ پر ایمان باعمل لانا فرض و واجب ہے۔ اور کتاب المقدس (بائبل) اُن کے دین و ایمان کا جزو لازمی ہے اور جو اس کتاب المقدس کا منکر ہے وہ بے ایمان اور خدا کے عذاب ابدی کا مستحق اور سزاوار ہے۔ جیسا کہ سورہ مومن ۶۹، ۷۰ آیت میں مندرج ہے کہ:

**الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَمِمَّا اُرْسَلْنَا بِهِ رُسُلْنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ اِذِ الْاَغْلَالُ فِي اَعْنَاقِهِمْ**

**وَالسَّلَابِلُ يُسْحَبُونَ**

ترجمہ: جنہوں نے اس کتاب کی اور جو کچھ ہم نے اپنے رسولوں کو دیکر بھیجا تھا۔ اُس کی تکذیب کی اور جھٹلایا۔ پس وہی جلدی ہی معلوم کر لینگے کہ جب طوق اُن کی گردنوں میں ہونگے اور زنجیریں اور کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹے جائینگے اور پھر آگ میں جھونک دیئے جائینگے۔ پھر سورہ نساء کی ۱۳۵ آیت میں یوں لکھا ہے۔

**يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِۦ وَ الْكِتٰبِ الَّذِي نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهِۦ وَ الْكِتٰبِ الَّذِي اَنْزَلَ مِنْ**

**قَبْلُ وَ مَن يَكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلَائِكَتِهٖ وَ كِتٰبِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا**

ترجمہ: اے ایمان لانے والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اُسکے رسول پر اور اُس کتاب پر جو اُس نے اُناری اپنے رسول پر اور الکتاب (بائبل) پر جو اُس نے اتاری اس سے پہلے اور جو کوئی منکر ہو اللہ سے اور اُسکے فرشتوں سے اور اُس کی کتابوں سے اور اُس کے رسولوں سے اور آخری روز (قیامت) سے پس تحقیق و دور کی گمراہی میں جاؤ۔

اب صاف ظاہر ہے کہ ان آیات میں مسلمانوں کو حکم ناطق دیا گیا ہے کہ وہ نہ صرف قرآنِ عربی پر ہی ایمان رکھیں۔ بالکل کل آسمانی کتابوں (بائبل) پر بھی ویسا ہی سچا ایمان رکھیں۔ اور جو شخص صرف قرآنِ عربی پر ایمان لاتا ہو کتاب المقدس کا منکر ہو گا اور اُس پر ایمان با عمل نہ رکھیگا وہ دنیا میں رسوا اور ذلیل ہو گا اور یوم النشور میں سخت عذاب جہنم میں اٹھائیگا۔ اُس دن یہ کہنا ہر گز بچانہ سکیگا۔ کہ فلاں مولوی، مجتہد، عالم نے بتا دیا تھا کہ کتاب المقدس (بائبل) پر عمل نہ کرو۔ کیونکہ وہ محرف کتاب ہے اور ممنوع التلاوة والعمل ہے۔ بلکہ یہ پوچھا جائیگا۔ کہ تم نے میرے حکم کے مطابق کتاب المقدس (بائبل) پر ایمان لا کر عمل کیا ہے یا نہیں؟ کیونکہ سورہ اعراف ۷۰ آیت میں یوں لکھا ہے کہ جو کل کلام اللہ پر ایمان لائیگا۔ اور اُس پر عمل کریگا وہی اجر پائیگا۔

## وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ إِنَّا لَا نَضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ

ترجمہ: اور جو لوگ کتاب المقدس (بائبل) کو پکڑے ہوئے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں۔ ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہ کریں گے۔ غرضیکہ قرآنِ عربی نے بالکل صاف طور سے بتا دیا ہے۔ کہ جملہ مسلمانوں کو تمام و کمال کتاب المقدس (بائبل) پر یکساں ایمان با عمل رکھنا فرض ہے۔ اُن میں سے کسی خاص صحیفہ کو ماننا اور باقی صحیفوں کو نہ ماننا حد درجہ کی بے ایمانی، گمراہی اور کفر بتایا گیا ہے ایسے منکرین بائبل دائرہ دین اسلام سے قطعی خارج کر دیئے گئے ہیں۔ اور صاف طور سے بتایا گیا کہ ایسے لوگ مومن نہیں ہیں۔ بلکہ کافر، فاسق اور ظالم ہیں۔ اور سیدھے راستہ سے گمراہ ہیں۔ اور دُور کی گمراہی میں جا پڑے ہیں۔ یاد رہے کہ مندرجہ بالا آیات میں مسلمانوں ہی سے خطاب کیا گیا ہے (دیکھو تفسیر مظہری) اور صرف اُنہی سے تمام و کمال کتاب المقدس (بائبل) پر ایمان با عمل لانے کا مطالبہ بہ تاکید و تہدید کیا گیا ہے۔

لیکن افسوس صد افسوس کہ باوجود ایسے تاکید و تہیدی احکام کے ہوتے ہوئے بھی اہل اسلام بڑی بیباکی۔ دریدہ دہنی اور شوخ چشمی سے یہ کہتے ہیں۔ کہ ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ کتاب المقدس یعنی توریت، زبور، انجیل و جملہ صحف الانبیاء آسمانی کتابیں تو ہیں لیکن ہمارا عقیدہ یہ بھی ہے کہ وہ کتابیں محرف ہیں اس لئے قابل اعتبار و اعتماد اور واجب الاتباع والعمل نہیں رہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہم اُن کو نہیں پڑھتے اور نہ اُن پر عمل کرتے ہیں (دیکھو عقائد اسلامیہ و تہذیب العقائد شرح عقائد نسفی) لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اُن کے دل میں ایسا غلط اور بالکل فاسد اور بیہودہ خیال کس طرح پیدا ہو گیا؟ کیا قرآنِ عربی یا احادیث نبوی اُن کے ایسے فاسد، باطل خیالات کی تائید کرتی ہیں؟ ہر گز ہر گز نہیں۔ تمام قرآنِ عربی و احادیث نبوی میں ایک آیت بھی اس قسم کی نہیں پائی جاتی۔ کہ جس سے یہ بات ثابت ہو سکے کہ کتاب المقدس (بائبل) محرف ہے۔ اس لئے واجب الاتباع نہیں ہے۔ جبکہ مسئلہ تحریف قرآنِ عربی و احادیث نبوی سے ثابت نہیں ہوتا تو پھر کتاب مقدس کو محرف اور ناقابل اعتبار کہنے اور بتانے کا خاص سبب کیا ہے؟ میری دانست میں اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ زمانہ سلف کے مسلمانوں کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ قرآنِ عربی کے احکام پر نہیں بلکہ صرف اپنے مولویوں کے اقوال پر عملدرآمد کیا کرتے تھے۔ اور آج کل بھی شوئی قسمت سے یہی حال ہے۔ جو مسئلہ کسی باب میں کسی عالم شخص یا کسی مجتہد یا کسی مولوی صاحب کے قلم سے ایک بار نکل گیا۔ خواہ وہ صحیح ہو یا غلط وہ سراسر قرآنِ عربی کے منشاہی کے برخلاف کیوں نہ ہو بلا حیل و حجت واکراہ تسلیم کر لیا جاتا تھا۔

اور پھر جب وہی مسئلہ کسی دوسرے عالم یا مجتہد یا مولوی کی نظر سے گذرتا تھا تو وہ بھی بجائے اس کے کہ اُس غلط اور خلاف قرآن مسئلہ کی بزور تردید کردیتا۔ بلا تحقیق اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اُسکی تائید کر دیتا تھا۔ مزید برآں تیرہ سختی سے زیادہ عوام الناس میں تحقیقات کرنے کا مادہ ہی سلب ہو چکا تھا۔ علماء ہی اراکین سلطنت تھے۔ اور وہ بادشاہوں پر پورا اقتدار رکھتے تھے۔ اور لطف یہ تھا۔ کہ مفتی اور قاضی بھی اُنہی کے ہمنوا تھے۔ اور اُنکار عُب و دبدبہ و تسلط و اثر اور زور بے حد تھا۔ اور اُن کی فتاویٰ کفر سے قتل ہونے کا ہر دم کھٹکا لگا رہتا تھا۔ کسی کو ذرا بھی چوَن و چرا کرنے کی مجال اور ہمت نہ تھی۔ عوام الناس بیچارے اُن کے سخت آہنی پنجہ میں گرفتار تھے۔ تحقیقات کون کرتا۔ چنانچہ اُس پر آشوب زمانہ میں جب کوئی بندہ خدا ذرا بھی تحقیق و تدقیق سے کام لینے کا ارادہ کرتا تھا۔ اور اصل حقیقت دریافت کرنا چاہتا تھا۔ تو ذرا سی بات کا بٹنگڑا بنا کر اُن کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ تاریخ اسلامی اس امر کی شاہد ناطق ہے۔ یہی خالص وجہ ہے کہ اگر ایسی باتوں کی نقل در نقل کتب اسلامی میں دیکھی جاتی ہے کہ جن کو آج کل ایک معمولی عقل کا آدمی بھی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ انہی قسم کے مسائل میں سے ایک مسئلہ کتاب المقدس یعنی بائبل کی تحریف و تصحیف کا ہے۔ کہ جس کی تردید و تکذیب مفصل و مشرح طور سے خود قرآن عربی و احادیث نبوی میں پائی جاتی ہے۔ لیکن پھر بھی تمام مسلمان قرآن و احادیث کے برخلاف اپنا یہی عقیدہ بنائے بیٹھے ہیں کہ کتب سماوی سابقہ (بائبل) محرف ہے اس لئے وہ ناقابل اعتبار اور نا واجب العمل ہے۔ حالانکہ ظاہر بات ہے کہ کوئی مذہبی مسئلہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ اُس کی تائید مذہبی کتاب نہ کرے۔ کسی مذہبی اور دینی مسئلہ کو اپنی ذہانت طبع سے ایجاد کر لینا کسی مجتہد یا عالم یا مولوی کا کام نہیں ہے۔ بلکہ یہ محض خدا ہی کا کام ہے۔ کہ جو حکم چاہے نافذ کرے۔ لہذا ثابت ہے کہ کسی اسلامی سلطنت کے ایام میں یہ مسئلہ کسی مولوی صاحب نے خدا کے مسلمہ دین مسیحی کی مخالف کرنے کے خیال سے اپنی ہی روشنی طبع اور ذہانت انیقہ سے گھڑ لیا اور یوں عقائد اسلامیہ میں ایک بالکل جدید اور نادر اور خلاف قرآن مسئلہ کا اضافہ کر دیا۔ گویا مولوی صاحبان نے اپنی اس کارروائی سے خدا کا درجہ بھی چھین لیا۔ خوب !!! اور پھر اپنے تمام زیر و اثرا تحت مسلمانوں میں اپنے اس اختراعی اور طبع زاد مسئلہ کو بڑے زور شور سے مروج کر بویا۔ اور عوام الناس نے بھی بخوف جان صدقاً مانا لکھ کر اس کو قبول کر لیا اور آج تک تمام مسلمانوں میں یہی مہلک اور نہایت ہی خطرناک خیال پھیلا ہوا ہے کہ جس کی کوئی اصلیت ہی نہیں ہے۔

لہذا اسی غلط۔ مہلک۔ خطرناک، بے اساس اور ساختہ پر داختمہ خیال کی تردید میں یہ رسالہ بڑی نیک نیتی کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے۔ تاکہ جملہ برادران اہل اسلام اس کو بڑے غور و خوص و فکر اور ژرف نگاہی سے بلا تعصب و طرفداری احدے بلا لوث نفسانیت و بلا شائبہ اتانیت خدا سے ہدایت اور دعائے مانگ کر مطالعہ فرمائیں۔ اور پھر اس بارے میں کامل تحقیقات کر کے حق الامر کو بے خوف و خطر ہو کر بڑی جرات۔ جو انمردی اور جسارت کے ساتھ تسلیم کر کے کتاب المقدس (بائبل) کے بطوع خاطر و بد لجمعی تمام مطیع و منقاد ہو جائیں (کیونکہ دراصل قرآن عربی کی سرخوردگی بھی اسی میں ہے) اور قرآن عربی کی واضح تعلیمات اور خاص احکام ہی کی (جو کتاب المقدس کی متابعت و پیروی کرنے کے بارے میں ہیں) ضد و مخالفت میں اپنی ناواقفیت سے آئندہ ہر گز ہر گز فتیح و مذموم اور حقارت آمیز کلمات زبان پر نہ لائیں۔ اور حرف چکشی و قالبی اور گلو سوز سے قطعی اجتناب کریں۔ تاکہ وہ خود دین اسلام کے حقیقی دشمن اور خدا کے پاک کلام (بائبل) کے مخالف و حاسد اور اُس کی تذلیل کرنے والے قرار نہ پائیں۔ اور خدا کے غضب سے ڈریں۔ تاکہ عاقبت کا بھلا ہو۔

قرآن عربی نے خود بانگ دہل کہہ دیا ہے۔ کہ میں بائبل کا مصدق و محافظ ہوں۔ اگر آپ کی ترہات کے مطابق بائبل کو محرف تسلیم کر لیا جائے۔ تو خود قرآن عربی ہی پر حرف آتا ہے۔ اور وہی قصور وار ٹھہرتا ہے۔ کہ اُس نے باوجود دعائے محافظت کے کما حقہ اس کی نگہبانی نہیں کی اور اُس کو

محرف ہونے دیا۔ پس اگر قرآن عربی بائبل کا محافظ ہے۔ اور قرآن عربی کا قول سچا ہے تو یقیناً بائبل غیر محرف ٹھہرتی ہے۔ اور اگر بائبل واقعی محرف ہے تو قرآن عربی کا یہ قول درباب محافظت بائبل غلط ٹھہرتا ہے۔

علاوہ ازیں قرآن عربی نے یہ بھی صاف صاف بتا دیا ہے کہ:

**إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ** سورہ حجر آیت ۹

ترجمہ: ہم ہی نے الذکر اتارا اور ہم ہی اُس کے محافظ ہیں۔ الذکر سے مراد صرف قرآن عربی ہی نہیں ہے بلکہ توریت و زبور و صحف الانبیاء و اناجیل بھی ہیں۔ کیونکہ قرآن عربی میں بائبل کا نام الذکر کئی بار آیا ہے۔ اور اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کو اہل الذکر کہا گیا ہے۔ سورہ نحل آیت ۴۲۔

اور پھر لکھا ہے **لَّا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ** سورہ انعام آیت ۱۱۶

ترجمہ: خدا کے کلام کو کوئی بدل ہی نہیں سکتا۔ یعنی خدا کے کلام کو کوئی بدلنے والا ہے ہی نہیں۔ پھر لکھا ہے کہ:

**لَّا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ** سورہ یونس آیت ۶۴۔

ترجمہ: خدا کا کلام بدل ہی نہیں سکتا۔

اب ظاہر ہے کہ بائبل بھی قرآن عربی کے مطابق خدا ہی کا کلام ہے۔ پس قرآن کی ان تینوں آیات کے مطابق کیا بائبل بدل سکتی ہے یا وہ محرف ہو سکتی ہے۔ یا کوئی اُس کی تحریف کر سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔

پس خوب سمجھ لیں کہ جو شخص اپنی قساوت قلبی حسد اور کینہ اور تعصب سے خدا کے پاک کلام (بائبل) کی تکذیب کرتا ہے اور اُس کو محرف بتاتا ہے اور اُس کے برخلاف تزیین بیانی سے کام لیتا ہے اور لوگوں کو بہکاتا پھرتا ہے۔ درحقیقت میں قرآن عربی ہی کی تکذیب و تردید کرتا اور اُس کو جھوٹا ٹھہراتا ہے۔ اور وہ ہر گز مسلمان اور مومن نہیں ہے لیکن مجھے یقین و اِثْق اور اُمید کامل ہے کہ خدا ترس۔ دیندار اہل اسلام اس رسالہ کو بلا تعصب مذہبی بنظرِ تعق مطالعہ فرما کر اس سے بے حد روحانی فیوضات و تمتعات حاصل کریں گے۔ اور آئندہ و متنہ ہو کر ہر گز ہر گز تحریف بائبل کا مسئلہ زبان پر نہ لائیں گے۔ اور اس خیالی خام و بے اساس سے سچی توبہ کریں گے۔

اب اُس ذوالمنن خدا کا خاص فضل اور برکت اور رحمت آپ صاحبان کے ساتھ ہمیشہ تک رہے۔ امین ثم امین۔

آپ صاحبان کا خیر اندیش خاکسار ڈاکٹر مولوی حشمت اللہ مصنف رسالہ ہذا۔

# براہین نیرہ در باب صحت و اصلیت بائبل

## ابطال دعویٰ تحریف بائبل

تمام مجموعہ کلام اللہ کا نام بائبل ہے۔ اور بائبل کے معنی ہیں الکتاب۔ دراصل یہ لفظ یونانی ہے۔ جو اول ہی اول یونانی سے لاطینی میں اور پھر لاطینی سے انگریزی میں استعمال ہوا۔ اس کی لاطینی صورت بلبیا تھی۔ جس کا تلفظ وہی رہا جو یونانی کا تھا۔ مگر یہ لفظ آخر کار خود لاطینی حروف کے پیرایہ میں نظر آنے لگا۔ یونانی صورت τοβιβουον تھی۔ جو جمع کا صیغہ ہے۔ مگر بطور واحد بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انگریزی زبان میں یہ لفظ واحد معنوں کے ساتھ داخل ہوا۔ یونانی لفظ τοβιβουον یا ηβιβλο بمعنی کتاب کی وجہ تسمیہ یہ ہے۔ کہ جس چیز پر ان دنوں کتابیں لکھی جاتی تھیں۔

وہ Byblus یا Papyrus پاپائریس کہلاتی تھی۔ یہ ایک قسم کا مصری سرکنڈا تھا۔ کہ جس سے ابتدا میں کاغذ بنایا گیا تھا۔ اس مناسبت سے قدیم زمانہ میں یہودی اپنی متبرک اور مقدس کتابوں کو ہے ببل اس یا نا ببلان کہنے لگ گئے۔ شروع میں کوئی نہ کوئی کلمہ صفت برائے تخصیص اس لفظ کے ساتھ استعمال کیا جاتا تھا۔ مثلاً ان کتابوں کو مقدس کتابیں کہا کرتے تھے۔ پھر ان کو وزڈم آف سیرخ کے دیباچہ میں تورہ اور انبیاء اور دیگر موروثی کتابیں کہا گیا ہے۔ اس بیان سے ظاہر ہے کہ صیغہ جمع کے استعمال نے اس خیال کو مدت تک تروتازہ رکھا۔ کہ اس مجموعہ میں محض ایک ہی کتاب نہیں پائی جاتی۔ بلکہ ایک سے زیادہ کتابیں ہیں۔ لیکن کچھ عرصہ بعد وہ تمام صفتی کلمات جو اس مجموعہ کتاب کے ساتھ استعمال کئے جاتے تھے۔ ساقط ہو گئے۔ اور لفظ بائبل بصورت واحد استعمال ہونے لگا۔ تاہم قدیم آبا اور متوسطین نے اس خیال کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ کہ اس کتاب میں بہت سی کتابیں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ وہ اکثر اس کو "الہی کتب خانہ" کہا کرتے تھے۔ پھر جب وہ وقت آیا کہ کل نبیوں اور رسولوں کی کل کتابیں ایک ہی جلد میں جمع کی جائیں۔ تو ضرور تھا۔ کہ اس پاک مجموعہ کو کوئی خاص نام دیا جائے۔ اس لئے پانچویں صدی مسیحی میں دیندار اشخاص نے کلام اللہ کے مجموعہ کا نام بائبل رکھ دیا۔ اور یہی نام تب سے تمام دنیا میں مشہور ہے۔ اور عربی میں اس کا ٹھیکہ ترجمہ الکتاب کیا گیا ہے۔

بائبل شریف دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصہ کو عہد عتیق اور دوسرے حصہ کو عہد جدید کہتے ہیں۔ پیدائش کی کتاب سے ملا کی نبی تک عہد عتیق ہے۔ اُس میں ۳۹ کتابیں ہیں۔ عبرانی تقسیم ایک خاص طریق پر کی گئی ہے۔ پہلی پانچ کتابیں تورہ یعنی شریعت کہلاتی ہیں۔ بعد ازاں نبی ایم یعنی انبیاء کی کتابیں اور پھر تیسرا حصہ کتوبیم یعنی نوشتے یا کتابیں کہلاتا ہے۔

(۱) تورہ میں پیدائش۔ خروج۔ احبار۔ گنتی اور استنشاک کی کتابیں ہیں۔

(۲) نبی ایم میں (ما قبل) یشوع۔ قضا۔ سیموئیل۔ سلاطین۔ (ما بعد) یسعیاہ۔ یرمیاہ۔ حزقی ایل۔ بارہ انبیائے اصغر کی کتابیں پائی جاتی ہیں۔



(۳)۔ کو توہیم میں۔ زبور۔ امثال۔ ایوب۔ دانی ایل عزرا۔ نحمیاہ۔ تارخ۔ اور غزل الغزلات۔ روت۔ نوحہ۔ واعظ۔ آستر۔ یہ پانچ طومار یا نگا تھ کہلاتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ پانچ طوماروں میں علیحدہ علیحدہ لکھی گئی تھیں۔ غزل الغزلات عید فصح کے وقت۔ روت کی کتاب۔ عید پنتی کو ست کے وقت۔ اور واعظ عید نیام کے وقت۔ آستر عید پوریم کے وقت۔ نوحہ کی کتاب یروشلیم کی بربادی کی سا لگرہ پر پڑھی جاتی تھی۔ اس کے بعد یوسیف نے ان تمام شمار ۲۲ پر محدود کر دیا۔ تاکہ عبرانی کے ۲۲ حروف تہجی کے مطابق ہو۔ اس لئے اُس نے روت کو قاضی کی کتاب سے اور نوحہ کو یرمیاہ کی کتاب سے ملحق کر دیا۔

## عہد جدید۔ انجیل متی سے لے کر مکاشفہ تک عہد جدید ہے۔ اس میں ۲۷ کتابیں ہیں۔

(۱)۔ انا جیل اربعہ (۲)۔ رسولوں کے اعمال (۳)۔ مقدس پولوس رسول کے خطوط (۴)۔ خط بنام عبرانیاں (۵)۔ خطوط عام (۶)۔ مکاشفہ کی کتاب۔

بائبل کے یہ دو بڑے حصے ایک دوسرے سے ایک عجیب اور قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ گویا نیا عہد نامہ پرانے عہد نامہ میں پنہاں ہے اور پُرانا عہد نامہ نئے عہد نامہ میں کھلا ہوا ہے۔

اس مقدس کتاب کے سب صحیفے جیسے کہ اُن الہامی شخصوں نے لکھ دیئے تھے۔ آج تک بلا کسی قسم کی کمی یا بیشی کے یہودیوں میں اور مسیحیوں میں نسلاً بعد نسل محفوظ و مامون چلے آتے ہیں۔ اُن میں کبھی تغیر و تبدل نہیں کیا گیا۔ ہر زمانہ کے اہل ایمان لوگوں نے اُس کو اپنے ایمان کی کتاب اور خدا کی امانت سمجھ کر اپنی جان سے بھی زیادہ حفاظت سے رکھا ہے۔ اور پشت در پشت اُس کو ہم تک صحیح و سلامت پہنچایا ہے۔ اور اسی طرح دنیا کے آخر ہونے تک یہ خدا کی امانت سلامت پہنچے گی۔ کیونکہ خدا اپنے پاک کلام کا آپ ہی محافظ اور حامی ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے۔ توریث اور نبیوں کی کتاب کا ایک نقطہ یا ایک شوشہ ہرگز نہ ٹلیگا۔ (متی ۵: ۱۷، ۱۸)۔ اور پھر لکھا ہے کہ جس طرح آسمان سے بارش ہوتی اور برف پڑتی ہے۔ اور پھر وہ وہاں نہیں جاتے بلکہ زمین کو بھگوتے ہیں۔ اور اس کی شادابی اور روئیدگی کے باعث ہوتے تابونے والے کو بیج اور کھانے والے کی روٹی دے۔ اسی طرح میرا کلام جو میرے منہ سے نکلتا ہے ہوگا۔ وہ مجھ پاس بے انجام نہ پھریگا۔ بلکہ جو کچھ میری خواہش ہوگی۔ وہ اُسے پورا کریگا۔ اور اُس کام میں جس کے لئے میں نے اُسے بھیجا موثر ہوگا۔ یسعیاہ ۵۵: ۱۱، ۱۰۔ اور اُس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ **وَدَهَبَ الرَّالُوْهِیْنُوْیَا قَوْمَ لَعُوْلَامَ**۔ یعنی ہمارے خداوند کا کلام ابد تک قائم رہیگا۔ یسعیاہ ۴۰: ۸۔

لیکن پھر بھی ہم اس تھوڑے سے مقررہ وقت میں اس وسیع مضمون پر غور کریں گے۔ کہ بائبل کی اصلیت و اعتبار اور اس کی عدم تحریف کے دلائل کون سے ہیں؟

سب سے پہلے ہمیں خوب یاد رکھنا چاہیے۔ کہ زمانہ حاضرہ کی ہر ایک موجود شے گو اپنی ہستی اور وجود کی خود ہی شاہد اور گواہ ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے وہ اپنی اصلیت اور اعتبار کے خارجی گواہ بھی رکھتی ہے۔ مثلاً ایک شخص زید نام ہمارے زمانے میں اپنی ہستی اور اصلیت اور اعتبار کا خود مدعی اور شاہد ہے۔ مگر وہ اپنے ساتھ خارجی گواہ بھی رکھتا ہے۔ اسی طرح بائبل اگرچہ اپنی اصلیت و اعتبار کی خود مدعی اور شاہد ہے۔ تو بھی وہ اپنے ساتھ اپنی اصلیت اور اعتبار کے شاہدوں کی ایک بڑی فوج رکھتی ہے۔

زمانہ قدیم سے بائبل کی اصلیت و اعتبار اور غیر محرف ہونے کے شاہدوں کی فہرست جو ہمارے زمانے تک پہنچی ہے وہ حسب ذیل ہے۔

(۱) یہودی قوم

(۱) یہودی قوم کی تاریخی کتابیں مثلاً یوسیفس مشہور یہودی مورخ کی تاریخ یوسیفی (قدامت یہود اور ان کی فضیلت)۔

(۲) یہودی قوم کی احادیث اور روایتوں کی کتابیں جیسے طالمود۔ جو شنہ و جہراہ کا مجموعہ ہے۔

(۳) پُرانے عہد نامہ کی اپاکر فل کتابیں جو ۴۱ کے قریب ہیں۔

(۴) یہودی قوم کے بزرگوں کی دیگر تصنیفات جو انیسویں صدی میں دریافت ہوئی ہیں۔

(۲) مصر کی تاریخ اور تحقیقات جدید کے وہ نتائج جو انیسویں صدی سے آج تک پیدا ہو چکے ہیں۔ جو بائبل کے بیان کی سچائی اور اس کے بے

مثل صداقت ظاہر کر رہے ہیں۔

(۳) بابل، نینوہ، فینکی، عرب اور کنعانی سات اقوام کے تاریخی حالات جو انیسویں صدی سے آج تک تحریر کئے جا چکے ہیں۔

(۴) مسیحی قوم کی تاریخ

(۵) خود بائبل مقدس کی تاریخ

(۱) بائبل کا عبرانی اور یونانی زبانوں میں تواثر۔

(۲) تورات کے متن کی سامری زبان کی نقل

(۳) بائبل کا پہلا یونانی ترجمہ جسے سپٹواجنٹ کہتے ہیں۔

(۴) بائبل کے قدیم ترین ترجمے۔

(۵) بائبل کے دیگر مختلف زبانوں کے ترجمے جن کا شمار آج تک ۸۷۵ ہے۔

(۶) نئے عہد نامہ کی اپاکر فل کتابیں۔ جو بجائے خود ایک بڑا کتب خانہ ہیں۔

(۷) مسیحی بزرگوں کی قدیم تصنیفات جو ایک بڑے کتب خانے کی حیثیت رکھتی ہیں۔

(۸) بائبل اور مسیحیت کے بُت پرست فلسفہ دان مخالفین کی تصنیفات۔ جنہوں نے اپنی بُت پرستی اور فلسفہ کی حمایت میں بائبل اور مسیحیت

کے عقائد کی تردید میں کتابیں لکھیں۔ اور جنہوں نے اپنی تصنیفات میں کتب مقدسہ کی بیشمار آیات اقتباس کر کے ان کو اپنے فلسفہ کے برخلاف ثابت کرنا

چاہا ہے۔

(۹) مسیحی مصدقین کی تصنیفات جن میں مسیحی علماء نے ان کے فلسفہ کو رد کر کے مسیحی دین کی حقانیت کو ثابت کر دکھایا ہے۔ اور بیشمار آیات

کلام اللہ کا ان میں اقتباس کیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا فہرست ان شاہدوں کی ہے جو زمانہ قدیم سے چوتھی صدی عیسوی تک اور پھر ۶۲۶ء تک گزرے ہیں۔ بائبل اور انجیل کے یہ تمام

شاہد اور گواہ بصورت تحریر اب تک زندہ موجود ہیں۔ جن سے مہذب اور محقق اقوام کے کتب خانے در حقیقت عجائب خانے بن رہے ہیں۔

اب ان شواہد کے مقابل ہم سوال کر سکتے ہیں۔ کہ کیا یہ بائبل جیسے قدیم زمانوں میں تھی۔ وہی اب بلحاظ تاریخ کے ہمارے پاس موجود ہے؟ یا

اس میں کسی قسم کی کمی بیشی یا تحریف اور رد و بدل ہوا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس امر کے لئے تاریخی شہادت ہی سب سے اعلیٰ ثبوت ہو سکتی ہے۔ اور تاریخی شہادت میں تواتر کا درجہ سب سے اعلیٰ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور اسی کو ہم پہلے پیش کرتے ہیں۔

(۱) واضح ہو کہ توریت کو حضرت موسیٰ نے مسیح سے ایک ہزار پانچ سو اکہتر برس پیشتر لکھا تھا۔ استثنائاً: ۳۱۔ ۹۔ ۲۴۔ خروج ۱: ۱۴، ۲۴: ۲۔ ۳۴، ۷۔ ۲۸، ۲۷۔ ۲۸، ۲۹۔ ۳۳: ۲۸۔ استثنائاً: ۲۸۔ ۵۸۔ ۶۱۔ اور اسی وقت اُس کی نقل ہونے کے بعد وہ اصل نسخہ توریت قدس الاقدس میں جہاں خدا کی حضوری تھی اور سال بھر میں صرف ایک بار امام اعظم وہاں جاسکتا تھا۔ رکھا گیا تھا۔ استثنائاً: ۳۱۔ ۲۶، ۲۴۔ ۱۶: ۲۔ پس اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ توریت کا نسخہ کہ جس کو حضرت موسیٰ نے خود لکھا تھا قادر مطلق خدا کے سایہ تلے بحفاظت تمام رکھا گیا تھا۔ اور کسی انسانی ہاتھ کی وہاں رسائی نہ تھی۔ لیکن اُس کی نقلیں لوگوں کی ہدایت۔ رہنمائی اور تعلیم و تدریس کے لئے کاہنوں، لاویوں اور لوگوں کے پاس موجود رہتی تھیں۔ اور جس کے بارے میں کاہنوں کو حکم تھا۔ کہ کل بنی اسرائیل کو سکھاتے رہیں۔ احبار ۱۰: ۱۱۔ استثنائاً: ۳۱۔ ۱۳ تا ۱۷: ۸۔ ۳۴، ۳۵۔ نمبر ۸: ۸ تا ۸۔ اور حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد وہ اصل توریت موسیٰ کے جانشین یثوع کی حفاظت میں رہی۔ یثوع ۱: ۷، ۸۔ اور پھر توریت کا آخری حصہ یثوع بن نون جانشین موسیٰ نے لکھا۔ یثوع ۲۴: ۲۶۔ پھر قاضیوں کے زمانہ سے لے کر حضرت سیموئیل نبی تک بنی اسرائیل کا کل انتظام موسیٰ کی شریعت کے زیر ہدایت رہا۔ جہاں کسی قسم کی بدگمانی کا گزر ہی نہیں سکتا ہے۔

پھر جب ساؤل بادشاہ کے بعد داؤد بادشاہ ہوا۔ تو وہ بادشاہ اور نبی بھی تھا اور صاحب الہام تھا۔ زبور کی کتاب اُسی سے منسوب ہے۔ اور جب حضرت داؤد اس دنیا سے رحلت کرنے لگے۔ تو انہوں نے حضرت سلیمان کو موسیٰ کی توریت پر عمل کرنے کی ہدایت کی۔ اسلاطین ۲: ۳۔ اور حضرت سلیمان خود بادشاہ اور نبی تھے۔ حضرت سلیمان کی وفات کے بعد یہودی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ کہ جن میں سے ایک سلطنت یہوداہ اور دوسری اسرائیلی سلطنت کہلاتی تھی۔ لیکن باوجود اس تقسیم سلطنت کے توریت ان دو مخالف فریق کے ہاتھ میں رہی۔ اور دونوں سلطنتوں میں انبیاء برابر مبعوث ہوتے رہے۔ پس اگر ان میں سے ایک فریق توریت اور صحف انبیاء میں ذرا بھی تحریف کرتا۔ تو دوسرا مخالف فریق ایسی تحریف کرنے والوں کو سخت ملامت کرتا۔ بالفرض اگر یہ دونوں ناجائز کو ظاہر نہ کرتے اور کسی حکمت سے دبا دیتے۔ تو کیا خدا کے انبیاء بھی جو اُس وقت دونوں سلطنتوں میں برابر موجود چلے آتے تھے اور اُن کے گناہوں پر ہمیشہ سختی کے ساتھ ملامت کرتے رہتے تھے۔ اس تحریف کے سخت ترین گناہ سے اعراض اور چشم پوشی کر کے انہیں ملامت کرنے سے باز رہتے؟ ہر گز نہیں۔

علاوہ اس کے جب بنی اسرائیل اپنے گناہوں کے باعث شاہ اسور کی قید میں آگئے۔ اور دیگر اقوام کے لوگ اُن کی جگہ بسا دیئے گئے۔ تو اُن کی درخواست پر شاہ اسور کی طرف سے ایک کاہن (امام) بھی تعلیم کے لئے اُنہیں دیا گیا تھا۔ اور اُس کاہن نے اُن کے ساتھ قیام کر کے اُن کو توریت کے مطابق آداب دینی سکھائے۔ اور اس طرح دیگر اقوام کے لوگ بھی اُن پاک نوشتوں کے محافظ ہو گئے۔

مگنا غالب ہے کہ یہ نوشتے یا سامریوں نے اُس یہودی کاہن سے جو بادشاہ کی طرف سے اُن کے پاس بھیجا گیا تھا حاصل کئے۔ ۲ اسلاطین ۷: ۱۔ ۲۸ تا ۳۶۔ یا اس کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے الیاسب سردار کاہن کے ہاتھ سے حاصل کئے۔ کہ جس کو نحمیاہ نے ملک سامریہ کے ناظم کی بیٹی کے ساتھ بیاہ کرنے کے باعث کہانت کے عہدہ سے خارج کر کے اپنے پاس سے نکال دیا تھا۔ نحمیاہ ۱۳: ۳۴۔ ۳۸۔ اور جس کو ناظم مذکور نے گرازیم کی بیٹی کا پہلا سردار کاہن مقرر کیا تھا۔ غرضیکہ اس طرح سامری بھی یہودیوں کی طرح حضرت موسیٰ کی توریت کے محافظ ہو گئے۔ اور یوں توریت کے یہودی اور سامری دو ایسے گواہ بن گئے۔ کہ جو آپس میں کسی قسم کا سروکار نہ رکھتے تھے۔ بلکہ یہودی اُن سے ایسی نفرت کرتے تھے کہ اُن کے ہاتھ کا پانی تک نہ

پیتے تھے۔ اور نہ کسی قسم کا لین دین کرتے تھے۔ پس ایسی حالت میں کون کہہ سکتا ہے کہ پاک نوشتوں میں تحریف کا ہونا ممکن ہے۔ دونوں نسخوں کا اب مقابلہ کر کے اپنا طمینان کر سکتے ہیں۔

حضرت موسیٰ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی توریت قبل از مسیح ۶۳۴ برس یوسیاہ بادشاہ کے وقت میں موجود تھی۔ ۲ سلطین ۳۴: ۴، ۳۰، ۳۱ تا ۳۲

۳۴: ۸، ۳۳

پھر جب قوم یہود ستر سال کی اسیری کے بعد زور بابل کی ماتحتی میں ۵۳۷ قبل از مسیح اپنے ملک میں ایران کے بادشاہ خورس کے حکم سے واپس آئی۔ تو بادشاہ نے اُس کو وہ تمام مال و اسباب واپس دیدیا جو کہ نبوکد نصر شاہ بابل یروشلیم اور ہیکل سے لوٹ کر لے آیا تھا۔ اور پھر اُسی موسیٰ کی توریت کو عزرافتھیہ نے لوگوں کو پڑھ کر سنایا۔ نجمیہ ۸: ۸، ۱۰-۱۳: اپس صاف ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ کے بعد ۱۱۱۵ برس تک کتاب مقدس کی اصلیت کی نسبت ذرا بھی شک نہیں ہوا۔ اور نہ کسی نبی نے ایسا اشارہ کیا ہے۔ عزرافتھیہ کے وقت کی موسیٰ کی توریت کی صحت و صداقت کے لئے دیکھو معالم التزیل، خازن، حسینی، موضح القرآن۔ جامع البیان۔ عمدہ البیان۔ تفسیر ابو سعود، جمل، سراج المنیر، جن میں لکھا ہے۔ کہ عزرا کے پاس موسیٰ کی توریت کا اصل نسخہ بھی تھا۔ اور اس کی بہت سی نقلیں بھی تھیں۔ عزیز یعنی عزرا نے توریت کی جملہ نقلوں کا اصل توریت سے مقابلہ کیا اور اُن کو لفظ بہ لفظ صحیح پایا۔

اگر بنی اسرائیل اردتاؤر عمدآپاک نوشتوں میں کچھ کمی بیشی کرتے۔ تو کیا وہ کل انبیاء جو سیموئیل سے لے کر ملاکی نبی تک جو نہایت طول طویل زمانہ ہے بنی اسرائیل کے درمیان وقتاً فوقتاً مبعوث ہوتے رہے۔ اور جن کے الہامی نوشتے توریت کے ساتھ ایک جلد میں جمع کر کے رکھے گئے۔ اور جنہوں نے ادنیٰ شخص سے لے کر بڑے ذی اقتدار اشخاص تک کو اُن کی مختلف بدیوں اور گناہوں کے لئے ملامت اور سرزنش کی۔ تو کیا وہ اُن کو پاک نوشتوں میں سے گھٹانے یا بڑھانے کی سخت ناواجب اور قابل گرفت حرکت اور فعل ناشائستہ و نابائستہ کے لئے کچھ بھی ملامت نہ کرتے؟ ضرور کرتے۔ مگر اس امر کا تمام کتب مقدسہ میں اشارہ تک نہیں پایا جاتا۔ ملاکی نبی مسیح سے ۴۰۰ برس پیشتر اس دنیا میں موجود تھا۔ لیکن اُس نے اس بارے میں کہ یہودی پاک نوشتوں میں تحریف و تصحیف کرتے ہیں کچھ بھی بیان نہیں کیا۔ بلکہ اُن کو بتا کید فرمایا ہے کہ تم میرے بندے موسیٰ کی شریعت کو یاد رکھو جسے میں نے سارے بنی اسرائیل کے لئے حوریب میں اپنے قوانین اور احکام سمیت فرمادیا۔ ملاکی ۴: ۴۔

پھر ملاکی نبی اور مسیح کے درمیانی زمانہ کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب یہوداہ مکابی نے ہیکل یعنی بیت المقدس کو جسے انہی اوکس اپنی فائیس نے شکستہ اور ناپاک کر دیا تھا از سر نو مرمت کر کے پاک کیا۔ تو اُس نے توریت کو ہیکل میں بڑی حفاظت سے رکھا۔ اور یہی توریت سیدنا مسیح کے وقت اور ۷۰ء تک ہیکل میں رہی۔ پھر جب طیطس رومی نے یروشلیم کو فتح کر کے مسیح کی اٹل پیشگوئی کے مطابق ہیکل کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ تو وہ اُسے ہیکل سے نکال کر خود اپنے ہمراہ بڑی عزت و تعظیم کے ساتھ روم کو لے گیا تھا۔ اور پھر اُس نے یوسفیس مشہور مورخ کے سپرد کر دی تھی۔ دیکھو تاریخ یوسفی اور اسی توریت کی آوردیگر تمام صحف الانبیاء کی ہزار ہا ہزار نقلیں بنی اسرائیل اور مسیحیوں کے پاس موجود تھیں۔ جو یہودیوں کے عبادت خانوں میں جہاں جہاں وہ پائے جاتے تھے بڑی تعظیم اور ادب کے ساتھ ہر صبح و شام پڑھی جاتی تھیں۔ اور اُنہی نوشتوں کے مطابق لوگوں کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اعمال ۱۳: ۱۴، ۱۵، ۱۷-۲۰، ۲۱ اور یہی اُن پاک نوشتوں کی صحت و اصلیت کا زبردست ثبوت ہے۔

پھر بنی اسرائیل کے نزدیک عہد عتیق کے نوشتوں کی بڑی قدر و منزلت تھی کیوں؟ اس لئے کہ:

(۱) وہ پاک نوشتے اُنکی میراث کی تقسیم کا قانون تھے۔

(۲) اور بنی اسرائیل اور غیر اقوام میں تمیز و تفریق کا خاص باعث تھے۔



پھر یہودیوں کو سیدنا مسیح سے سخت دشمنی تھی۔ یہاں تک کہ انہوں نے اُس کو پینطوس پلاطوس رومی گورنر کے حوالے کر کے صلیب پر مروا ڈالا۔ اور یہ سب کچھ جو انہوں نے سیدنا مسیح کے ساتھ کیا۔ نبیوں کی پیشینگوئیوں اور انہی کی کتابوں میں آج تک مرقوم ہے کی جن کی رو سے اُن پر سخت بے ایمانی کا الزام عائد ہوتا ہے۔ لیکن وہ اس الزام سے بچنے کے لئے اُن پیشینگوئیوں میں کچھ بھی تغیر و تبدل نہ کر سکے۔ اگر وہ تحریف کرنے پر قادر ہوتے تو وہ ضرور سیدنا مسیح کے حق میں جو پیشینگوئیاں اُن کی کتابوں میں ہیں۔ اُن میں رد و بدل کرتے۔ مگر انہوں نے نہ کبھی ایسا کیا اور نہ کر سکتے ہیں۔

پھر اس کے سوا عہدِ جدید میں جا بجا قریباً چھ سو مقامات کے ہیں۔ کہ جہاں عہدِ عتیق کے صحیفوں کی آیتوں کی نقل کی گئی ہے۔ اور بطور اقتباس یا صرف اُن کا مطلب بیان کیا ہے یا اُن کا حوالہ دیا ہے۔ اور وہ سب باہم دگر ملتی ہیں۔

الغرض مندرجہ بالا براہین و دلائل سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تورات اور دیگر صحفِ انبیاء میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی۔ ہر زمانہ میں امکانِ تحریفِ مشیتِ ایزادی سے ناپید رہا ہے۔ کیوں نہ ہو۔ خدا کا کلام کامل ہے۔ اور اُس کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ اس کا ایک نقطہ یا شوشہ ٹل نہیں سکتا۔ قرآن میں بھی لکھا ہے کہ:

**لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ** سورہ مائدہ آیت ۱۱۶، اور **لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ** سورہ پونس آیت ۶۴۔

اب میں دلائل تاریخی سے فراخت پا کر دوسری دلیل پیش کرتا ہوں۔ اور وہ کتبِ مقدسہ کے مختلف ترجموں پر مبنی ہے۔ کہ جس سے از خود ثابت ہو جائیگا کہ کتبِ مقدسہ میں کبھی تحریف و تصحیف نہیں ہوئی۔

(۲) **مختلف تراجم کتبِ مقدسہ**۔ بائبل شریف کے قدیم سے قدیم مختلف ترجموں کی باہمی موافقت

اور مطابقت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ عہدِ عتیق غیر محرف ہے۔

جب ستر برس کی اسیری کے بعد یہودی لوگ بابل سے پھر اپنے ملک کنعان میں آگئے۔ تو اُن کی زبان خالص عبرانی نہ رہی تھی۔ بلکہ کلدی زبان کی بہت آمیزش ہو گئی تھی۔ اس لئے خود یہودیوں ہی کو کلام اللہ کے ترجمے کی کلدی زبان میں حاجت ہوئی۔ اس سبب سے تین ترجمے تورات کے کئے گئے۔ (۱) جن کو اُنکیوس کا ترجمہ اور (۲) یونان کا ترجمہ اور (۳) یروشلیم کا ترجمہ کہتے ہیں۔ (۴) اس کے بعد ہی یونان بن عزی ایل نے باقی نبیوں کی کتابوں کا ایک ترجمہ کیا۔ اور (۵) پھر ابی یوسف نے کتابِ زبور کا ترجمہ کیا۔ اور (۶) ایک اور شخص نے کتابِ روت، آستر، واعظ، غزل الغزلات اور نوحہ یرمیاہ کا ترجمہ کیا۔ اس کے بعد تورات کی دونوں کتابوں کا ترجمہ کیا گیا، غرضیکہ اب دانی ایل عزرا اور نحمیاہ کی کتابوں کے سوا کلدی زبان میں عہدِ عتیق کے دس ترجمے ہو گئے چونکہ دانی ایل عزرا اور نحمیاہ کس دی زمانے میں موجود تھے۔ اس نے اُن کے صحیفوں کے ترجموں کی ضرورت ہی نہ تھی۔ یہ دس ترجمے اب تک موجود ہیں۔ اور یہودی اُن کی بہت ہی عزت و تعظیم کرتے ہیں۔ کیونکہ جب یہ ترجمے ہو رہے تھے۔ تو اُس وقت بعض نبی حاضر تھے۔

پھر جب سکندر اعظم یونانی نے ایشیائے کوچک کو فتح کیا۔ تو اُس وقت سے یونانی زبان کا رواج ہو گیا۔ اور یونانی ایک عالمگیر زبان بن گئی۔ پس لازمی امر تھا کہ بائبل کا ترجمہ اس عالمگیر زبان میں بھی ہو۔ لہذا مسیح سے ۲۵۰ برس پیشتر مصر میں بحکم شاہِ مصرطالی ۷۰ چیدہ یہودی عالموں نے عہدِ عتیق

کا عبرانی سے یونانی زبان میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ سسپٹو اجنٹ کہلاتا ہے۔ اور اس ترجمہ کی بڑی بھاری عزت کی جاتی ہے۔ اس کی مطبوعہ نقلیں آج تک موجود چلی آتی ہیں۔

پھر اسی ترجمہ سے زبان عربی اور گروزنجی اور آرمینی یا جوجی اور قدیم لاطینی میں ترجمے کئے گئے۔ اور تمام دنیا کے مختلف ملکوں میں یہ ترجمے پھیل گئے۔

پھر اس کے بعد اقوالا ایک یہودی عالم نے ۱۲۸ء میں عہد عتیق کا ایک لفظی ترجمہ کیا۔ اور پھر اس کے بعد تھیوڈوشن نے ۱۶۰ میں کل کلام اللہ کا یونانی زبان میں با محاورہ ترجمہ کیا۔ بعد ازاں ایک اور شخص سموخوس نے ۲۰۰ء میں تھیوڈوشن سے زیادہ محاورہ ترجمہ کیا۔ پھر اس کے بعد تین اور ترجمے کئے گئے۔ ان ترجموں کے علاوہ مختلف آرائی ترجمے دوسری اور تیسری صدی مسیحی میں یہودیوں نے کئے۔ ان میں انکورس تارگم سب سے زیادہ مشہور ہے۔

پھر چوتھی صدی کے آخر میں جیروم مشہور عالم شخص نے عبرانی سے لاطینی میں ترجمہ کیا۔ غرضیکہ یہ کل مندرجہ بالا ترجمے عہد عتیق کے نہایت ہی قدیم ترجمے کہلاتے ہیں۔ اور یہ سب ترجمے حضرت محمد صاحب کی پیدائش سے صد ہا سال پیشتر ہو کر تمام دنیا کے کونے کونے میں پھیل چکے تھے۔

اب ان ترجموں کا باہمی مقابلہ کر کے دیکھ لیں۔ کہ وہ یکساں ہیں یا نہیں؟ اور پھر ان کا مقابلہ موجودہ ترجموں کے ساتھ کریں۔ تب آپ لوگوں کو اڑھد معلوم ہو جائیگا کہ بائبل میں کہیں بھی تحریف و تصحیف نہیں ہوئی۔ یہ ترجمے بائبل کے اصل متن کے محافظ ہیں۔ علماء نے جو اعلیٰ درجہ کے محقق ہیں۔ ان سب کا اصل متن سے مقابلہ کر کے نتیجہ نکالا ہے کہ بائبل کا متن شروع سے آج تک غیر محرف ہے۔

(۳) بائبل کے غیر محرف ہونے کا تیسرا ثبوت یہ ہے کہ علاوہ ان قدیم ترجموں کے پرانے عہد نامہ کی قدیم فہرستیں موجود ہیں۔ کہ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتب عہد عتیق وہی ہیں۔ جو قدیم زمانہ میں مروج تھیں۔ اور صرف وہی مستند مانی جا کر قانون میں داخل تھیں۔ اور ان میں کوئی کمی پیشی نہیں ہوئی۔

(۱) قانون یوسیفس ۷۳ء سے ۱۰۳ء تک یہ شخص یہودی قوم کا تھا اور جید عالم اور نہایت مشہور و معروف مورخ ہوا ہے۔ اُس نے ۹۳ء میں ایک لاجواب کتاب قدامتِ یہود لکھی۔ کہ جس میں قوم یہود کی تاریخ اور ان کتب مقدسہ کا مفصل بیان کیا ہے جو کہ از حد دلچسپ اور بالکل صحیح ہے۔ علماء کے لئے یہ سندی کتاب ہے۔

(۲) قانونِ ملیتوں ۱۲۰ء سے ۱۹۰ء تک۔ یہ ساردیس کے اسقف تھے۔

(۳) قانونِ آریجن ۱۸۵ء سے ۲۵۴ء تک۔ یہ بڑے فاضل اور جید عالم اور بڑے محقق شخص تھے۔

(۴) قانونِ ہلاری اُس ۳۰۰ء سے ۳۳۶ء تک۔ یہ تو اتیرا کے اسقف تھے۔

(۵) قانونِ اپنی فائینس ۳۱۵ء سے ۴۰۳ء تک یہ کپرس کے صدر اسقف تھے۔

پس ان نہایت ہی قدیم فہرستوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ عہد عتیق کی ۳۹ کتابیں جو اب ہمارے پاس موجود ہیں۔ وہ قدیم زمانہ میں بھی موجود تھیں۔ یہ وہ فہرستیں ہیں جو حضرت محمد صاحب کے زمانہ سے کئی سو برس قبل مرتب ہو چکی تھیں۔ اور ان فہرستوں میں وہی سب نام پائے جاتے ہیں۔ جو اس وقت ہماری بائبل میں موجود ہیں۔

سب سے قدیم مسوری ٹورین نسخہ جو فہرست میں درج ہے۔ اُس میں بھی وہی کتابیں پائی جاتی ہیں۔ جو اس وقت ہماری بائبل میں ہیں۔ اور اس کی تاریخ تحریر دوسری صدی عیسوی کے آغاز کی ہے۔

(۴)۔ علاوہ ان شاہدوں کے یہودی روایات اور احادیث کی اس قدر کتابیں ہیں۔ کہ جن کا مختصر بیان کرنے کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہے۔ اور بیٹھار شرحیں اور تفاسیر ہیں کہ جن میں کثرت سے آیتوں کا اقتباس کیا گیا ہے۔ اور اُن کی تفسیر کی گئی ہے۔ اور اپا کر فل کتب بھی تعداد میں ۴۱ ہیں۔ اور بہت سی کتب قدیم جو انیسویں صدی میں دریافت ہوئی ہیں۔ اس امر کی شہادت دیتی ہیں۔ کہ موجودہ بائبل کا متن لفظ بہ لفظ صحیح اور درست ہے۔ اُس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ یہ سب کتابیں دُرستی اخلاق کے لئے پڑھی جاتی ہیں۔ لیکن اُن سے کسی مسئلہ کی نسبت سند نہیں لی جاتی۔

(۵)۔ ان حقیقتوں کے علاوہ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے۔ کہ یہودی اپنے ملک نوشتوں کی بڑی قدر و تعظیم اور حفاظت کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ عہد عتیق کا متن عبرانی ہے۔ اور وہ لا تبدیل ہے۔ جو قدیم زمانوں سے معجزانہ طور پر من و عن محفوظ چلا آتا ہے۔ الحق یہ ایک بڑا معجزہ ہے۔ کہ بائبل اتنی مدت بعد و عرصہ مدید سے محفوظ اور بلا تحریف و تصحیف چلی آتی ہے۔ اول ہی اول یہ مقدس نوشتے مگاتھ یعنی طوماروں کی صورت میں رق پر لکھے گئے۔ اور قدیم زمانوں سے لے کر چھاپہ کے زمانہ تک ہزار ہا ہزار سال تک اُن کی نقلیں ہی ہوتی رہیں۔ اور بہت صدیوں تک اعراب کا استعمال نہیں ہوا۔ اور حرف صحیح بھی ایسے طور سے لکھے جاتے تھے۔ کہ اُن کے مابین برائی نام فاصلہ ہوتا تھا۔ اور جو فقہیہ نقل کرتے تھے وہ بڑی ہوشیاری اور خبرداری سے کام لیتے تھے۔ چھٹی صدی کے وسط میں جب یہودی بہت پر اگندہ ہو گئے۔ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں عبرانی صحیح تلفظ اور لب و لہجہ گم نہ ہو جائے۔ اس لئے مسورے تیز یا محدث فقہیوں نے اُن عبرانی الفاظ پر یہودی اصل لب و لہجہ کے مطابق اعراب لگائے۔ تاکہ وہی تلفظ قائم رہے۔ جو قدیم زمانوں سے مروج چلا آتا ہے۔ یہ نص حروف صحیح کی یہودیوں کے نزدیک اُس کے ہر ایک شوشہ اور نقطہ کے لحاظ سے نہایت مقدس مانی گئی تھی۔ کہ ذرا ذرا شوشہ کی بھی نقل کی جاتی تھی۔ یا جسے کہتے ہیں کہ مکھی پر مکھی ماری جاتی تھی۔ جو حروف بڑے تھے۔ وہ بڑے ہی لکھے جاتے تھے۔ اور جو چھوٹے تھے وہ چھوٹے ہی لکھے جاتے تھے۔ بعض نشانات جو غیر معلوم تھے وہ بھی من و عن نقل کئے جاتے تھے۔ اسی طرح عبرانی نوشتوں کی ہزار ہا نقلیں پہلے پہل رق پر لکھی گئیں۔ اور بعد ازاں دوسری اشیاء یعنی قرطاس پر۔

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ یہودی فقیہوں نے کس صحت اور دُرستی کے ساتھ نقلیں کیں۔ اور یہ کل پاک نوشتے زمانوں کے نشیب و فراز اور سینکڑوں انقلابات دنیا اور ریب المنون میں سے گزرتے ہوئے کیسے عجیب طور سے محفوظ رہے ہیں۔

یو سیفس مشہور و معروف یہودی مورخ اور مشہور یہودی فلاسفر فانیلو کا قول ہے۔ کہ یہودی اپنے پاک نوشتوں میں ایک شوشہ یا ایک نقطہ گھٹانے یا بڑھانے کے بجائے ہر طرح کی تکلیف اور مصیبت بلکہ موت تک کو بھی گوارا کرنے سے دریغ نہ کرتے تھے۔ اور اُن کے درمیان مقدس نوشتوں کی اصلیت محفوظ رکھنے کے لئے یہ نہایت ہی سخت قانون جاری تھا۔ کہ اگر کوئی شخص پاک کلام میں ایک نقطہ یا ایک شوشہ گھٹاتے یا بڑھانے کا ارادہ کرے۔ تو وہ ایسا سخت گناہ کرتا ہے کہ جو کسی کفارہ سے بھی معاف نہیں ہو سکتا۔ اور یہی خاص سبب تھا۔ کہ جس کے باعث یہودی علماء اپنے کلام کو پاک کلام سے علیحدہ پیش کیا کرتے تھے۔ کہ جس کی بابت انہوں نے سیدنا عیسیٰ مسیح اور اُن کے صحابہ اکرام سے بہت ملا متیں اٹھائیں۔ لیکن وہ جملہ پاک



نوشتوں کے بڑی دیانتداری کے ساتھ امانت دار رہے اور کبھی بھی کسی نبی سے پاک نوشتوں میں کمی بیشی کرنے کی نسبت ملامت نہیں کئے گئے۔ بلکہ برعکس اس کے اُن کے پاک نوشتوں کو ہر وقت بالکل مستند اور صحیح سمجھا۔ اور اُنکی تصدیق کی۔

اس کے علاوہ یہودیوں نے اپنے پاک نوشتوں کے حروف اور لفظ بھی گن کر لکھ رکھ ہوئے تھے۔ پس یہ قطعی غیر ممکن تھا۔ کہ پاک نوشتوں میں سے کسی کتاب کا ایک نقطہ یا ایک شوشہ بھی کم یا زیادہ ہو سکے نقل کرنے کے بعد وہ لفظوں کو گن لیا کرتے تھے۔ اور بڑی توجہ کے ساتھ مقابلہ کر لیا کرتے تھے۔ اب بتائیے غلطی کا امکان کہاں رہا؟

پھر سیدنا مسیح کے عہد میں قوم یہود کے درمیان تین فرقے موجود تھے۔ جو ایک دوسرے سے کئی ایک مسائل دین میں اتفاق نہ کر کے ایک دوسرے کے مخالف تھے۔ یعنی ایسینی، فریسی اور صدوقی باوجود باہمی مخالف کے اُن کے پاک نوشتے مطابق باہم و گرتھے۔ اور یہ کبھی ممکن ہی نہ تھا۔ کہ کوئی فرقہ پاک نوشتوں میں اپنے خیال یا قیاس کی تائید میں کچھ گھٹا یا بڑھا دے۔ پھر سیدنا مسیح کے زمانہ سے لے کر آج تک کل یہودی بدستور سابق اور نیز مسیحی بھی عہد عتیق کی بڑی قدر و عظیم کرتے چلے آئے ہیں۔ بلکہ اس عرصہ میں یہودیوں اور اکثر مسیحیوں نے اپنے پاک آسمانی نوشتوں کی خاطر سخت سے سخت تکلیفیں اور شرمناک ذلتیں اٹھائیں۔ حتیٰ کہ اُن میں سے اکثر کتب ربانی کی حفاظت کی خاطر شہید بھی ہو گئے۔ بالخصوص انٹی اوکس اپنی فائینس اور ڈایوکلشین شہنشاہ روم کے عہدوں میں ایسا واقعہ ہوا۔ اُنہوں نے یہودیوں اور مسیحیوں کے پاک نوشتوں کو تلف کرنے کی بے انتہا مگر ناکام کوششیں کیں۔ پس اگر وہ اپنے پاک نوشتوں میں کچھ بڑھائے یا گھٹائے سے اُن کی بے قدری کرنے والے ہوتے۔ تو وہ کیوں پاک نوشتوں کی خاطر اُن کو دشمنوں کے حوالے نہ کرنے کے سبب سے بڑی بڑی سختیوں اور تکلیفوں کو اپنے اوپر گورا کرتے؟ اور اُن کو محفوظ رکھنے کی خاطر اپنی جانوں کو قربان کر دیتے؟ اور جبکہ یہودی اور مسیحی دو مخالف فریق حضرت محمد سے صد ہا برس پیشتر سے عہد عتیق کی کتابوں کے نگران و محافظ چلتے آتے تھے۔ تو کیوں ممکن تھا کہ کوئی فریق اُس میں تحریف و تصحیف اور تغیر و تبدل کر سکتا؟

علاوہ ازیں عہد عتیق کے ماننے والے یہودی اور مسیحی مدت دراز سے دنیا کے اکثر ممالک مثلاً تمام یورپ کے ملکوں اور ہندوستان، فارس، مسوپتامیہ، ارمینی، روم، ایشیا کوچک، سوریا، کنعان، عرب، افریقہ، حبش، مصر وغیرہ وغیرہ میں منتشر تھے۔ اور اُن جداگانہ دور دراز ملکوں میں بُو د و باش رکھتے تھے۔ اور مختلف زبانیں بولتے۔ اور مختلف زبانوں کے نسخے اُن کے پاس موجود تھے۔ پس ایسی حالت میں تمام مختلف ملکوں کے لاکھوں لاکھ نسخوں کو جمع کر لینا اور کل مختلف زبانوں کے نسخوں میں یکساں تغیر و تبدل کر لینا بالکل ہی محال اور غیر ممکن اور انسانی طاقت سے باہر تھا۔ اب بجز مجبوظطلحواس اور فاق العقل شخص کے کون تحریف و تصحیف کا مدعی ہو سکتا ہے۔

پس مندرجہ بالا کل بیان سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ توریت شریف کے کل صحیفے بلا تبدل و تحریف اور تصحیف رہے۔ اُن میں کسی قسم کی بھی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ اسی سبب سے سیدنا مسیح نے اپنے وقت کی مروج و متداول کتب عہد عتیق کو معتبر اور صحیح تسلیم کیا۔ اور ان سب کتابوں کا کلام اللہ بتایا۔ اور اُن کے پڑھنے اور اُن پر عمل کرنے کا حکم دیا اور اُن کا حوالہ بھی دیا۔ اور اُن کی تفسیر بھی کی۔

اور سیدنا عیسیٰ مسیح کے بعد بیٹھا علمائے یہود و فضلائے مسیحی کے تاریخی بیان کے مطابق کتاب المقدس بالکل صحیح۔ اصلی معتبر و مستند رہی۔ کیونکہ توریت اور کل نبیوں کے صحیفے نہ صرف یہودیوں بلکہ بیٹھا مسیحی جماعتوں کے پاس رہے۔ جن کو وہ صبح و شام کو پڑھتے اور اپنے اپنے عبادتخانوں میں استعمال کرتے تھے۔ اور اسی طرح اُن صحیفوں کے مختلف ترجمے بھی تمام مختلف ملکوں میں برابر مروج رہے۔ اب اُن نسخوں اور اُن کے مختلف ترجموں کا باہمی مقابلہ کر کے دیکھ لو۔ کہ اُن سب نسخوں اور مختلف ترجموں کی نقلیں خواہ وہ قدیم ہوں یا جدید۔ ہدایات و تعلیمات و اصول ایمانیہ وارکان

دین و اخبار و قصص اور جملہ مقاصد و مطالب میں موافق و مطابق ہمہ گیر ہیں۔ لہذا یہ پختہ دلیل اس امر کی ہے۔ کہ کتاب المقدس عہد عتیق ساڑھے تین ہزار برس کے بعد بھی ویسی ہی اصلی اور صحیح اور معتبر اور مستند ہے۔ اور اُس میں کسی قسم کی بھی تحریف و تصحیف نہیں ہوئی۔ نہ اس طویل مدت میں یہودیوں اور مسیحیوں پر کسی تاریخ دان اور ذی علم اور واقفکار شخص نے کبھی تحریف اور تصحیف کا الزام ہی لگایا۔ دنیا کی مستند تاریخی کتابوں میں کتب ربانی کی تحریف و تصحیف کی نسبت کہیں اشارہ تک نہیں پایا جاتا۔ کہ جس سے اس بارے میں ادنیٰ شبہ بھی پیدا ہو سکے۔ تاریخ فارس، مصر، بابل و نینوہ اور روم اس بارے میں بالکل خاموش ہیں۔ تحریف و تصحیف کی تائید کسی دینی اور دنیوی تاریخ سے نہیں ہوتی۔ پس تاریخاً کتب مقدسہ تحریف و تصحیف سے مبرا اور منزه ہیں۔

اب میں اس سے فراغت پا کر دوسرے امر کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ جس طرح کتب عہد عتیق کا متن بالکل صحیح اور معتبر ہے۔ اسی طرح عہد جدید یعنی انجیل مقدس کا متن بھی نہایت صحیح، اصلی اور معتبر و مستند اور بلا تحریف و تصحیف ہے۔

واضح ہو کہ عہد جدید میں ۲۷ صحیفے ہیں۔ جن میں سے پہلے چار صحیفے اناجیل اربعہ کہلاتے ہیں۔ جن میں مسیح کلمۃ اللہ کے جسم انسانی میں ظاہر ہونے سے صعود فرما جانے تک کا حال قلمبند ہے۔ اور اُن کے بعد کتاب اعمال الرسل ہے۔ جس میں سیدنا مسیح کے جی اٹھنے اور آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد کلیسیا یعنی جماعتِ مومنین اور مسیحی مذہب کے دُور دراز علاقوں میں پھیل جانے کا حال مندرج ہے۔ اس کے بعد اکیس ۲۱ نامحیات ہیں۔ جو مسیح کے حواریوں نے اپنے وقت کی جماعتوں اور شاگردوں کے نام پر بشر عقائد و مطالب و حصول ایمانیہ و ارکانِ دین و ہدایات و تعلیمات ار قام کئے ہیں۔ اُن کے بعد کتاب مکاشفات ہے۔ جس میں سات کلیسیاؤں کا حال قلمبند کر کے پھر بطور ر ویا اور مکاشفہ ظاہر کر دیا گیا ہے۔ کہ کس طرح مسیح کے تابعین پر دنیا کے کافروں اور فاسقوں اور ظالموں کی طرف سے سختی پر سختی اور مصیبت پر مصیبت نازل ہوگی اور دنیا کو بھی اس سبب سے اس ظلم و ستم کا مزہ پانا ہوگا۔ اور وہ مری کال بھونچال سے سخت مصیبت اٹھائیگی۔ لیکن باوجود غضب الہی کو دیکھتے ہوئے شیطان اور شیطان کے فرزند اپنا سارا زور مسیح اور اُس کے دین اور اُسکے تابعین کے برخلاف خرچ کریں گے۔ اور پھر جُوج ماجوج اور جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی بر گزیدگانِ خدا کو گمراہ کرنے کے لئے پے در پے برپا ہوتے رہیں گے۔ اور پھر ان سب کے بعد ایک زبردست جھوٹا نبی اٹھیکے جو بڑی بڑی حیران کرنے والی کرامتیں دکھا کر خدا کے لوگوں کو گمراہ کر کے اپنی طرف ملا لیکے۔ اور خدا بن بیٹھیکے۔ اور دعویٰ الوہیت کریگے۔ اور اُس پتھر کی مورت کی پوجا کریگے۔ جو بولنے والی ہوگی۔ اور پھر اس کے بعد دجال اکبر (مخالف مسیح) کا فتنہ عظیم برپا ہوگا۔ جو سیدنا مسیح کی حدِ جہ کی مخالفت کریگے۔ لیکن اس کا انجام ہولناک ہوگا۔ آخر کار مسیح آسمان سے نزول فرمائیکے جس طرح بجلی چمکتی ہے۔ اور سب آنکھیں اُس کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھیں گی۔ اور وہ شیطان اور اپنے کل مخالفوں یعنی دجال اور اُسکے بیٹھار لشکر کو اپنے منہ کے دم سے ہلاک کر دیکے۔ اور پھر وہ ابد آلا باد تک بادشاہت کرتا رہیکے۔ اور اُس کی بادشاہت کا آخر نہ ہوگا۔ اور وہی اکیلا مسجود خلایق و ملائک ہوگا۔ پھر دنیا کا خاتمہ ہو جائیکے۔

یہ خلاصہ کل مضامین انجیل مقدس کا ہے۔ اب میں صحفِ انجیل کے اصلی و معتبر و مستند ہونے پر بحث کرتا ہوں۔

واضح ہو کہ صحفِ مذکورہ کے اعتبار و اعتماد اور اُنکی اصلیت و صحت کے بیان میں دو امر قابلِ دریافت ہیں:

اول یہ کہ یہی صحیفے حواریانِ مسیح اور اُس کے مقدس رسولوں کے عہد سے اب تک متواتر جاری اور رائج رہے ہیں؟ یعنی جتنے صحیفے اب ہمارے

مجموعہ میں شامل ہیں۔ وہ شروع سے آج تک برابر کلام اللہ تسلیم کئے گئے ہیں۔

(۲) دوم یہ کہ سب صحیفے بلا تحریف و تصحیف بالکل صحیح اور اصلی ہیں؟

اولاً واضح ہو کہ ان صحیفوں کے لکھنے والے یعنی متی، مرقس، لوقا، یوحنا، پولوس، یعقوب، یہوداہ، پطرس اپنی اپنی کتابوں اور خطوں میں اپنے زمانہ کے حالات بیان کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ پس اگر فی الحقیقت ایسا نہ ہوتا۔ یعنی وہ اپنے زمانہ سے کسی گذشتہ زمانہ کے حالات لکھتے تو ان کا دعویٰ اور بیان یقیناً صحیح نہ ہوتا۔ اور بہت سے لوگ ان کے دعویٰ کی تکذیب کرتے۔ لیکن کوئی تحریر ایسی نہیں ہے۔ کہ جس سے ان کا دعویٰ باطل کیا جاسکے۔ رسولی زمانہ ہی میں سب کلیسیاؤں اور مومنین نے انہی مصنفوں کے نوشتوں کو تسلیم کیا ہے کہ جن سے وہ منسوب ہیں۔ وہ لوگ ہمیشہ رسولوں سے ملتے اور ان کے دستخط پہنچانتے تھے۔ اور اس بارے میں کبھی دھوکا نہ کھا سکتے تھے۔

پس آج کے دن سے رسولوں کے عہد تک معتبر تصنیفات میں صحف مذکورہ کی شہادت کا ایسا کامل اور متواتر اور مسلسل سلسلہ ہوتا ہے۔ کہ جس سے کامل یقین ہو جاتا ہے کہ جو صحیفے ان دنوں عہد جدید کے مجموعہ میں شامل ہیں وہ مجنسہ اب سے حواریوں کے زمانہ تک ہر وقت برابر مسیحیوں میں جاری اور رائج ہے۔ اور معتبر اور مستند تسلیم کئے گئے ہیں۔ اور یہی انجیل مقدس کے متن کی اعلیٰ دلیل ہے۔ (۱) کیونکہ ہم آج انجیل مقدس کے اصلی متن کے سلسلہ کو رسولی زمانہ تک پہنچا سکتے ہیں۔

(۲)۔ اور انجیل کے پیشتر ترجموں سے جو متفرق زبانوں میں ہوتے چلے آئے ہیں اُس کے متن کی صحت کو دریافت کر سکتے ہیں۔

(۳)۔ اور مسیحی مذہب کے مخالفین کی تحریرات سے موجودہ انجیل کے متن کی صحت ثابت ہو سکتی ہے۔

(۴)۔ اور حامیان دین مسیحی کی زبردست تحاریر سے جو ہر زمانہ میں مخالفوں کے دانت کھٹے کرتے چلے آئے ہیں ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ وہ موجودہ انجیل ہی کو استعمال کرتے رہے ہیں۔ نہ کہ کسی اور دوسری انجیل کو۔

(۵)۔ مسیحی اقوام کے عقائد کے تواتر سے انجیل مقدس کا معتبر ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔

(۶)۔ انجیل کے ۲۷ صحیفے ایک ہی مصنف کی تصنیف نہیں بلکہ کئی ایک مصنفوں کی تصنیف منیف ہیں۔ اس لئے وہ خود ایک دوسرے کے

وجود اور یکتائی پر شاہد ہیں۔

پس انجیل مقدس کے اعتبار و صحت کو ثابت کرنے کے لئے دلائل کے یہ سلسلے ہمارے پاس موجود ہیں۔ جو انجیل کے متن کو رسولی زمانہ تک پہنچا دیتے ہیں۔ ان چھ دلائل سے انجیل مقدس کے متن کا اعتبار ایسے طور سے قائم اور ثابت ہو جاتا ہے کہ جس پر کوئی منصف مزاج شخص شک و شبہ کر ہی نہیں سکتا۔ اور انجیل مقدس و جوہات مذکورہ بالا کی بنا پر ایسی معتبر تحریر ثابت ہو چکی ہے کہ جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی مذہب کتاب نہیں کر سکتی۔ اور انجیل مقدس کے اعتبار اور اُس کی صحت و درستی کو ثابت کرنے کی جو جوہات اوپر بیان کی گئی ہیں۔ وہ نہایت زبردست اور لارڈ ہیں۔ کیونکہ یہ بات بالکل سچ اور حق ہے کہ موجودہ انجیل کے کل نوشتے پہلی صدی عیسوی میں جیٹہ تحریر میں آچکے تھے۔ اور کچھ عرصہ تک یہ کتابیں ایک دوسرے سے الگ رہیں۔ جس جگہ کی کلیسیا کو رسولوں کی کوئی کتاب دی۔ وہاں کی کلیسیا نے اُس کو استعمال کیا۔ اور وہاں کے مسیحی اُس کو دیگر دینوی کتابوں سے علیحدہ کر کے اور توریث اور صحائف انبیاء کے ہم پلہ اور مساوی سمجھ کے عبادت کے وقت پڑھا کرتے تھے۔ اس کے بعد یہ کتابیں چند مجموعوں میں جمع کی گئیں۔ مثلاً انجیل اور اعمال کی کتاب کا ایک مجموعہ بنایا گیا۔ اور پولوس رسول کے خطوط کا دوسرا مجموعہ، اور خطوط عام اور مکاشفات کی کتاب کا تیسرا مجموعہ، چنانچہ پطرس رسول اپنے دوسرے خط کے ۳: ۱۶، ۱۵ میں پولوس رسول کے خطوط کا ذکر کرتا ہے۔ جس سے یہ بات صاف معلوم ہو جاتی ہے۔ کہ اُس وقت کلیسیا میں پولوس رسول کے خطوں سے خوب واقف تھیں۔ اور ان کو الہامی سمجھتی تھیں۔

۱۶۰ء میں ٹٹی آن نے ایک کتاب بنام اتحاد الاناجیل یا اناجیل اربعہ کی تطبیق بنائی۔ جو تمام کلیسیاؤں میں مروج رہی۔ حال ہی میں یہ کتاب عربی زبان میں دستیاب ہو گئی ہے۔ اس کتاب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ۱۶۰ء میں جو اناجیل و خطوط مروج تھے۔ وہی آجکل ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ اور جو تعلیمات اُس وقت مانی جاتی تھیں آجکل بھی وہی مانی جاتی ہیں۔

اس کے بعد کل الہامی کتابوں کی فہرست بنائی گئی۔ اور کل صحیفے ایک ہی جلد میں جملہ کئے گئے۔ اور تمام مسیحی مجالس نے اُن کو معتبر اسناد کی بنا پر الہامی تسلیم کیا۔ غرضیکہ اس طرح نئے عہد نامہ کا قانون وجود میں آیا۔

اگر کوئی دریافت کرے کہ کلیسیاؤں نے ان کتابوں کو الہامی کیوں ٹھہرایا؟ تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ رسولوں نے اس امر کا دعویٰ کیا۔ کہ ہم الہامی معلم ہیں۔ اور یہ کلام ہم کو خدا سے ملا ہے۔ اعمال ۲: ۳۳، ۳۲۔ و گلتیوں ۱: ۱۲، ۱۱۔ اکر نختیوں ۱۱: ۲۳۔ ۲ پطرس ۱: ۲۰ تا ۱۹۔ و مکاشفات ۱: ۹، ۱۰ سے ۱۱۔ وغیرہ وغیرہ آیات۔

پس ان الہامی مصنفوں کے اس دعویٰ کے مطابق پہلی صدی کے مسیحیوں نے صرف اُن کتابوں کو الہامی تسلیم کیا۔ جو رسولوں اور رسولی ہدایت سے لکھی گئی تھیں۔ اور اسی صدی کے کلیسیائی بزرگ یا خاص رسولوں کے شاگرد یعنی کلیمنٹ رومی ۹۵ء میں اور پولی کارب اور اگنا شتیس ۱۱۵ء میں اور سستی دیس ۱۱۷ء میں اور ہرماس ۹۸ء میں بار بار اس بات پر گواہی دیتے ہیں۔ اور اُن کی تحریات اس بارے میں آج تک ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مسیحیوں نے شروع ہی سے صرف اُن کتابوں کو الہامی ٹھہرایا۔ جو رسولوں اور رسولوں کی ہدایت سے لکھی گئی تھیں۔

علاوہ بریں دوسری صدی کے وسط ہی میں ایسی الہامی کتابوں کی فہرست بلکہ کئی فہرستیں بنائی گئیں۔ چنانچہ آج تک ایسی کئی فہرستیں اُسی زمانہ کی تحریر شدہ ہمارے پاس موجود ہیں۔ اُن میں سے سب قدیم فہرست مرا توری ہے۔ جس کو میلن شہر کے ایک شخص مرا توری نے ۴۰۰ء میں لیبروز کے کتب خانہ میں پایا۔ یہ فہرست ۷۰ء سے پیشتر لکھی گئی تھی۔ اور وہ ہماری موجودہ فہرست کتب الہامی کے مطابق ہے۔ اس فہرست کا بیان کرتے وقت مصنف اس بات پر زور دیتا ہے۔ کہ یہ کل کلیسیاؤں کی مسلمہ و تحقیقی کے مطابق تیار کی گئی ہے۔ جو تمام جہان میں پھیلی ہوئی ہیں۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اتنی صدیوں کے بعد ہم کس طرح یقین کر سکتے ہیں۔ کہ فی الحقیقت یہ وہی کتابیں ہیں۔ جو رسولوں اور اُن کے رفیقوں نے لکھیں؟ اور کہ اُن میں کسی قسم کی تحریف و تصحیف نہیں ہوئی؟ اس کے جواب میں ہم ذیل کے دلائل پیش کرتے ہیں۔

(۱) **تدیم نسخے:** ہمارے پاس کلام کے اصل یونانی نسخے کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔ اور اُن نسخوں میں سے بیسٹار حضرت محمد

کی پیدائش سے صد ہا برس قبل کی نقل ہیں۔ اُنہی قدیم قلمی نسخوں سے پُرانے اور نئے عہد نامہ کے متن کو شائع کیا گیا ہے۔ اور اس سے ہم کو اس بات کا اطمینان ہو جاتا ہے۔ کہ بائبل کا اصل متن حضرت محمد کے پہلے اور خود اُن کے زمانہ میں کیا تھا۔ اور نیز یہ کہ اُس زمانہ اور اس زمانہ کے مسیحی ایک ہی طرح کے متن کو مانتے چلے آئے ہیں۔

خوب یاد رکھئے کہ دنیا کے قدیم صحائف میں سے کوئی اور صحیفہ نہیں۔ کہ جس کے اصلی نسخے شمار اور قدامت کے لحاظ سے اُن نسخوں کے برابر ہوں۔ جن سے نئے عہد نامہ کے صحیفوں کی اصلیت اور اُن کے متن کی غیر تبدیلی ثابت ہوتی ہے۔ نئے عہد نامہ کے کل نسخے اس وقت تک جو ہمارے پاس موجود ہیں پانچ ہزار کے قریب ہیں۔ اور اُن میں سے چند تو بہت ہی قدیم ہیں۔ پندرہویں صدی سے لے کر جبکہ چھاپے کا فن ایجاد ہوا۔ ۱۰۳ء تک اُن کا زمانہ ہے۔ اور وہ دوبرے حصوں میں منقسم ہیں۔ یعنی جلی نسخ اور خفی نسخ۔ جلی وہ نسخے ہیں جو اُن شتیل کہلاتے ہیں۔ یعنی وہ نسخے جو بڑے حروف میں

لکھے گئے۔ اور خفی وہ نُسے ہیں۔ جو کرسیوس کہلاتے ہیں یعنی وہ نسخے جو چھوٹے حروف میں لکھے گئے۔ اب یاد رکھنا چاہیے کہ بڑے حروف کے نسخے پہلی صدی سے نویں صدی کے آخر تک لکھے گئے۔ اور چھوٹے حروف کے نسخے دسویں صدی کے شروع سے لکھے جانے لگے۔ بڑے حروف کے نسخے بڑی قدمزلفت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہی نسخے صحیح طور سے ہم کو مسیحی کے زمانہ کے قریب پہنچادیتے ہیں۔

اگر آپ یہ کہیں۔ کہ یہ کیونکر معلوم ہوا۔ کہ یہ تمام قدیمی قلمی نسخے اتنے ہی قدیم ہیں جیسا کہ بیان کیا گیا ہے؟ اور اس کا کیا ثبوت ہے۔ کہ یہ فی الحقیقت اسی زمانہ کی تحریر ہیں؟ تو اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے۔ کہ تمام نسخے رقی پر لکھے گئے تھے۔ نہ کہ قرطاس پر۔ اور ان کی قدامت ان پر نگاہ کرتے ہی معلوم ہو جاتی ہے۔ اور پھر ان کی تجنیس خطی نہایت ہی قدیم یونانی املاء کے مطابق ہے۔ رسولی زمانہ میں بڑے حروف ہی تمام جگہ مروج تھے۔ چنانچہ پولوس رسول خود فرماتے ہیں کہ دیکھو میں نے بڑے حروف میں تم کو اپنے ہاتھ سے لکھا ہے گلتیوں ۶: ۱۱ پس اس سے اور یونانی زبان کی قدیم ترین تحریرات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس زمانہ میں یونانی زبان کے لکھنے میں بڑے حروف ہی استعمال کئے جاتے تھے۔ اور یہ حال نویں صدی کے آخر تک رہا۔ پھر اس کے بعد چھوٹے حروف ایجاد ہوئے اور ان میں کتابت ہونے لگی۔ پس ہم بڑی آسانی سے اُس زمانہ کی دیگر یونانی کتابوں کی طرز تحریر سے مقابلہ کر کے معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ یہ تحریر کس زمانے کی ہے۔ موجودہ طرز تحریر یعنی چھوٹے حروف کی تحریر بھی حضرت محمد کے زمانے سے صد ہا سال بعد کی ہے۔ مسیحی اور غیر مسیحی علمائے یورپ اس بات پر متفق ہیں کہ جو زمانہ اُوپر بیان کیا گیا ہے۔ وہی زمانہ ان نسخوں کا قائم ہو سکتا ہے۔ بلکہ بعض نسخے قدامت میں ان سے بھی بہت پہلے کے ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت محمد کے زمانہ سے لے کر پندرہویں صدی تک کے بیشتر قلمی نسخے موجود ہیں۔ جو مذکورہ بالا نسخوں سے طرز تحریر میں بالکل جداگانہ ہیں۔ جو صاحب اس امر کی تحقیقات کرنا چاہیں۔ وہ اپنی آنکھوں سے اب ابھی ان قلمی نسخوں کو دیکھ کر صحیح فیصلہ کر سکتے ہیں۔

بڑے حروف کے نسخے تعداد میں اب ۱۳۰ ہیں۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں کہ تاریخی لحاظ سے سب سے زیادہ مشہور اور قابل قدر ہیں۔

(۱) نسخہ سی۔ یا انسرانیسی: یہ نسخہ ۴۵۰ء کے قریب لکھا گیا یعنی سن ہجری سے قریباً ۳۰۰ برس پیشتر، اب یہ نسخہ پیر

س کی نیشنل لائبریری میں موجود ہے۔ یہ نسخہ کل نئے عہد نامہ کا ہے۔

(۲) نسخہ الف۔ یا سکندریہ کا نسخہ: یہ نسخہ پانچویں صدی کے شروع میں لکھا گیا۔ یعنی سن ہجری

سے ۲۰۰ برس پیشتر۔ اُس میں دونوں عہد ناموں کے کل صحیفے مندرج ہیں۔ یہ برٹش میوزیم میں محفوظ ہے۔

(۳) نسخہ بی یا ویٹیکن کا نسخہ: اس کے ۷۰۰ ورق ہیں۔ اس کا رقبہ بہت عمدہ اور باریک ہے۔ اس میں پرانے اور نئے

عہد نامے کے کل صحیفے مندرج ہیں۔ یہ نسخہ ۳۲۵ء کے قریب لکھا گیا۔ یعنی سن ہجری سے قریباً ۳۴۵ برس پیشتر۔ اس نسخہ کی نقلیں یورپ و امریکہ کے تمام بڑے بڑے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

## (۴) سینا کا نسخہ الف۔

پہلے۔ اس میں پرانے عہد نامے اور نئے عہد نامے کے کل صحیفے مندرج ہیں۔ یہ اصل نسخہ سابق شہنشاہ زوس مرحوم کے شاہی کتب خانہ میں موجود ہے یعنی پیڈرو گراؤڈ جس کا نام پہلے سینٹ پیٹر زبرگ تھا۔

## (۵) منیر کا نسخہ۔

۱۹۰۶ء میں مصر سے دستیاب ہوا۔ یہ نہایت ہی قدیم ہے اور اوپر کے کل نسخوں سے قدیم ہے۔ یہ واشنگٹن کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ یہ ۲۴۰ء کا ہے۔ اور آٹھ نسخے ایک ہی سن کے ہیں۔ اب ان نسخوں کے بارے میں یہ بات خاص قابل لحاظ ہے کہ جیسے اول شاہ انگلستان کے عہد میں بائبل کا وہ انگریزی ترجمہ ہوا۔ جو مستند ترجمہ (اوتھورائزڈ ورژن) کے نام سے مشہور ہے۔ اور جو ۱۶۱۱ء میں شائع ہوا۔ جس کو آج تقریباً ۳۱۶ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اس کے ۲۰۰ سال کے بعد تک بھی جس نسخہ سے ترجمہ کیا جاتا تھا۔ اور ۱۷۰۴ء کا تھا۔ اس کے بعد نسخہ نمبر ۴ ملا۔ یہ نسخہ اس سے ۱۲۰ برس پہلے کا تھا۔ جو ان سب سے نہایت ہی قدیم ہے۔ یعنی ۲۴۰ء کا۔ الغرض ۱۸۱۰ء سے لے کر ۱۹۱۰ء یعنی گذشتہ سو سال کے اندر ایسے نسخے ملے ہیں۔ جو ان نسخوں سے ۲۳۰ سال پہلے کے ہیں ۱۸۱۰ء میں جو سب سے قدیم نسخہ معلوم تھا۔ وہ ۱۷۰۴ء کی تحریر تھا۔ اور اب ہمارے پاس کئی نسخے موجود ہیں۔ جو ۲۴۰ء کی تحریر ہیں۔ یعنی اُس پہلے نسخہ سے ۲۳۰ سال پہلے کے۔ اور نیز یوحنا رسول کی وفات کے بعد کے نسخے موجود ہیں۔

## (۶) نسخے نمبر ۶:

یہ بہت سے نسخے ہیں جو مصر کے علاقہ فیوم کے جنوب میں بمقام تبتی مس کے چٹانی غار میں سے مگر مچھوں کی کھالوں میں سے ملے ہیں۔ واقعہ یوں ہے۔ کہ گرین فیل اور ہنٹ دو شخص مقام مذکورہ بالا میں قدیم نسخوں کی جستجو کے لئے زمین کو کھود رہے تھے۔ اچانک مگر مچھوں کا ایک قبرستان ملا۔ ایک شخص نے ایک کھال کو چٹان پر دے مارا۔ کھال کے پھٹنے ہی اُس کے اندر سے قلمی نسخوں کا انبار نکل آیا۔ اسی طرح ان تمام مگر مچھوں کی کھالوں میں سے قدیم قلمی نسخے برآمد ہوئے۔ جو یوحنا رسول کی وفات کے وقت کے ہیں۔ اور تعداد میں بیسٹار ہیں۔ ان نسخوں کے مل جانے سے نسخوں کا تو اتر سولی زمانہ تک قائم ہو گیا ہے۔ پس ہم بڑے فخر سے یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہمارے پاس وہ قلمی نسخے بھی موجود ہیں۔ جو رسولوں کے وقت کلیسیا میں رائج تھے۔ اور یہی پاک نوشتوں کی صحت اور معتبری کی پختہ دلیل ہیں۔ ان مگر مچھوں کی کھالوں میں سے بعض نسخے ایسے بھی دستیاب ہوئے ہیں۔ کہ جن سے تاریخی اہم واقعات بھی معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان کے علاوہ سینکڑوں سرکاری خطوط تمسکات، شخصی خطوط ملے ہیں۔ جو ۶۰ء قبل از مسیح سے لے کر ۵۷ء بعد از مسیح تک کے ہیں۔ ان تمام سے نئے عہد نامہ کے نص پر بہت روشنی پڑتی ہے۔

اب حیرت انگیز بات یہ ہے کہ آج تک جس قدر نسخے دستیاب ہوئے ہیں۔ اُن میں وہی تعلیم پائی جاتی ہے۔ جو کلیسیا قدیم سے سکھاتی چلی آئی ہے۔ ان میں تعلیم کا کوئی فرق پایا نہیں جاتا۔ اور نہ کسی فقرہ یا لفظ کی کمی بیشی ہے۔ خواہ وہ نسخہ روم میں ملا ہو۔ خواہ مصر، سکندریہ یا کوہ سینا میں۔ پس یہ امر انجیل کی اور عہد عتیق کی صداقت پر مہر ہے۔ یہ سب نسخے پانچ ہزار کے قریب ہیں۔ ہر ایک شخص ان قدیمی نسخوں کو دیکھ سکتا ہے۔ اور باہمی مقابلہ کر کے خوب معلوم کر سکتا ہے۔ کہ بائبل کا کل متن باوجود امتداد زمانہ کے کیسا صحیح اور قابل اعتماد اور بلا تحریف ہے۔

(۲) **قدیم ترجمے:** مذکورہ بالا تاریخی بیان سے صاف ظاہر ہے کہ دوسری صدی کے شروع میں نئے عہد نامہ کی کتابیں وہی

تھیں۔ جو اب ہماری بائبل میں پائی جاتی ہیں۔ اور ان نسخوں کے باہمی مقابلہ کرنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اُس زمانہ سے لے کر آج تک ان میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی۔ کیونکہ یہ سب نئے مختلف زمانوں کے ہمارے پاس موجود ہیں۔

اب ہم ایک اور دلیل پیش کریں گے۔ جو ہم کو اُس زمانہ تک پہنچا دیتی ہے کہ جس میں نئے عہد نامہ کی کتابیں تحریر ہوئیں۔ یعنی قدیم ترجمے۔ ان بیشمار ترجموں میں سے ذلیل کے ترجمے زیادہ مشہور ہیں۔

(۱) **قدیم سریانی ترجمہ:** اس ترجمے کی زبان عین وہ زبان ہے۔ جو ہمارے آقا و مولا سیدنا مسیح کے زمانہ میں ملک

فلسطین میں مروج تھی۔ یہ ترجمہ پہلی صدی کے آخر اور دوسری صدی کے شروع میں کیا گیا تھا۔ یعنی نئے عہد نامہ کے کل صحیفوں کے لکھے جانے کے صرف چند ہی سال کے بعد یعنی ۹۸ء سے ۱۱۰ء تک۔ یہ ترجمہ کیوری ٹونین کہلاتا ہے۔ اور اسی ترجمہ کا دوسرا نسخہ پانچویں صدی میں تحریر کیا گیا۔ پھر تیسری صدی مسیحی میں ایک اور ترجمہ کیا گیا جو کہ پشٹیو یعنی سادہ اور لفظی ترجمہ کہلاتا ہے۔ اور اسی لفظی ترجمہ کی ایک نقل پانچویں صدی مسیحی میں کی گئی۔ اور پھر ایک اور نسخہ ہے جو فلمونین کہلاتا ہے۔ یہ ترجمہ حضرت محمد سے پہلے یعنی ۵۰۸ء میں کیا گیا تھا۔

(۲) ان ترجموں کے علاوہ تین نہایت قدیم قبطی نسخے ہیں۔ جن کے نام بحارق۔ سہیدق اور بشمورق ہیں۔ بحارق دوسری

صدی کے عین آغاز میں۔ اور سہیدق اور بشمورق کا ترجمہ پہلے ترجمہ بحارق سے چند سال کے بعد کیا گیا۔ یہ بھی دوسری صدی کے نسخے کہلاتے ہیں۔ اور پھر ان کی بیشمار بھی ہوتی رہیں۔ چنانچہ انہی ترجموں کے نقل شدہ نسخے جو تھی اور پانچویں صدی کے بھی موجود ہیں۔ غرضیکہ یہ تینوں قدیم قبطی ترجمے جو ملک مصر کی قدیم خالص زبان میں کئے گئے تھے آج تک موجود ہیں۔

(۳) **لاطینی کے قدیم ترجمے:** ۱۳۰ء سے پہلے افریقہ کے شمال میں نئے عہد نامہ کا ترجمہ لاطینی زبان میں مکمل ہو چکا

تھا۔ طرطولیاں اور کیریاں اسی ترجمہ کو استعمال کرتے رہے۔ یہ ترجمہ نہایت ہی قدیم لاطینی ترجمہ کہلاتا ہے۔ پھر چوتھی صدی مسیحی میں یعنی ۳۸۳ء اور ۳۸۵ء کے مابین ایک اور عالم شخص جیروم نے اُس وقت کی مروجہ لاطینی زبان میں بائبل کا ترجمہ کیا۔ لاطینی زبان میں اُس کو وولگیٹ یعنی عوام الناس کی عام بولی کا ترجمہ کہتے ہیں۔

(۴) ان کے علاوہ نئے عہد نامہ کا ترجمہ اور بہت سی مختلف زبانوں میں کیا گیا مثلاً:

- چوتھی صدی میں کوشی زبان میں جو مصر کے جنوب میں مروج تھے۔ اور
- پانچویں صدی میں مصر و بے نے ارمنی زبان میں ترجمہ کیا۔ جو ملک آرمینا میں مستعمل رہا۔ اور جو کہ ۴۳۶ء میں تیار ہوا۔ یعنی سن ہجری سے ۱۸۶ء برس پہلے۔

• پھر نئے عہد نامہ کا ترجمہ گاتھ زبان میں ہوا۔ یہ ترجمہ بھی چوتھی صدی میں کیا گیا۔

جس کو الفلاس نے تیار کیا۔ الفلاس ۳۸۱ء میں فوت ہوا۔ گاتھ زبان کے ترجمہ کا نسخہ سویڈن کی یونیورسٹی "اپسالا" میں موجود ہے۔

• اٹھایک ترجمہ کے فرومیںش نے چوتھی صدی مسیحی میں کیا۔

الغرض یہ تمام ترجمے آجکل کے مستند علماء کی تحقیقات کی رو سے مطابق باہم گرثابت ہو چکے ہیں۔ اور ان میں کسی طرح کا تغیر و تبدل اور کمی بیشی ثابت نہیں ہوئی۔ اور یہ کل ترجمے ہم کو ۱۰۳ء تک پہنچادیتے ہیں۔ جن سے انجیل کے اصلی متن کا تو اترسولی عہد تک صحیح طور سے ثابت ہو جاتا ہے۔ اور جس کی تردید علمی یا تاریخی طور سے تو کیا کسی صورت سے بھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ قدیم اصل متن یونانی اور اُس کے بیشتر ترجمے اور پانچ ہزار کے قریب قلمی نسخے آج تک موجود اور محفوظ ہیں۔ جو مقابلہ کرنے سے مطابق باہم گرثابت ہو چکے ہیں۔ اور ہمارے پاس اصل یونانی اناجیل موجود ہیں جو چاہے دیکھ سکتا ہے۔

(۳) آخری دلیل۔ قدیم بزرگوں کے اقتباسات، مقدس یوحنا رسول کی وفات سے لے کر آج تک کلیسیاء کے

بزرگ اپنی تصنیفات میں نئے اور پرانے عہد نامہ کا اقتباس کرتے چلے آئے ہیں۔ لیکن صرف قدیم رسولی بزرگوں کی کتابوں کو دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ انہوں نے بڑی کثرت سے بائبل کی آیتوں کا حوالہ اپنی یونانی، لاطینی اور ان کے متبعین نے بھی سریانی اور ارمنی زبانوں کی تصنیفات میں

نام مصنف	انجیل اربعہ	اقوال کی کتاب	پولوس کے خطوط	خطوط عام	مکاشفات	آیات کی کل تعداد
جسٹس شپید ۱۰۰ء تا ۱۶۶ء	۲۶۸	۱۰	۲۳	۶۳	۳	۳۸۷
ارینی اُس ۱۶۰ء تا ۲۰۳ء	۱۰۳۸	۱۹۳	۲۹۹	۲۳	۶۵	۱۸۱۹
تھئوڈس سکدری ۲۲۰ء	۱۰۱۷	۲۳	۱۱۲۷	۲۰۷	۱۱	۲۲۰۶
آریگیٹس ۱۸۵ء تا ۲۵۳ء	۹۲۳۱	۳۳۹	۷۷۷۸	۳۹۹	۱۶۵	۱۷۹۲۲
میران کل آیات	۱۱۵۵۳	۵۷۷	۹۳۳۷	۶۹۲	۲۲۳	۲۲۵۳۳

دیا ہے۔ اور انجیل مقدس کی بیشتر آیتیں لفظ بہ لفظ ان کی تصنیفات میں پائی جاتی ہیں۔ اور یہ سب وہ مصنفین ہیں جو حضرت محمد کی پیدائش سے صد ہا برس پہلے ہو گزرے ہیں۔ اور ان کی تاریخ ولادت، اور حالات حیات و وفات ہر تاریخ دان شخص پر ظاہر و باہر ہیں۔ اور یہ حوالہ جات اس کثرت سے ہیں۔ کہ علماء نے بڑی تحقیقات کے بعد یہ دعویٰ کیا ہے۔ کہ اگر ہمارے پاس انجیل مقدس کے کل قلمی نسخے اور اصل نوشتے نہ بھی ہوں۔ تو بھی ان مصنفوں کی تحریرات ہی سے انجیل کا اصلی متن حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اس کے علاوہ ایک بڑا حصہ عہد عتیق کا بھی مرتب ہو سکتا ہے۔ اور یہ ایک لاطینی اور قدیم انظر شہادت اس امر کی ہے کہ عہد جدید کا موجودہ متن بالکل صحیح اور قابل اعتماد اور غیر محرف ہے۔ ذیل کے ایک معمولی سے نقشہ سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ ان اقتباسات کا شمار کس قدر زیادہ ہے۔



نوٹ: ان کے علاوہ کلیمنس رومی، اگناشی اُس، پو لیکارب، پاپیاس، ہرس، اے شیان، طرطولیان، ہیراکلاس، کپریان، کریسٹم، جیروم، اگسٹین وغیرہ صد ہا بزرگوں کی شہادت بھی ہے۔

### (۴) مخالفانِ دین مسیحی کی تحریرات:

تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ ابتدا میں جو الزام مسیحیوں پر لگائے جاتے تھے وہ محض قیاسی بے بنیاد، بے سرو پا اور محض سوچنا نہ ہو کرتے تھے۔ لیکن جب سب کو معلوم ہو گیا۔ کہ یہ کل الزامات تراشیدہ طبع مخالفین اور محض غلط ہیں۔ اور اُن کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔ تو پھر لوگوں نے ہوائیاں چھوڑنے کا کام ترک کر کے اس کے برخلاف کتابیں لکھنی شروع کیں۔ چنانچہ سب سے پہلا مصنف لوشیان ہے۔ جس نے مسیحیوں اور اُن کے مذہب کی مذمت کی۔ یہ شخص فن ہجائیں بڑا نامور تھا۔ جیسا کہ فارس میں انوری مگر یہ شخص محض ہجانوئیس ہی تھا۔ اس کے بعد سیلیس اور پور فری دو نامور مخالف مصنف پیدا ہوئے۔ جنہوں نے لکھا۔ کہ مذہب صرف فلاسفوں، بے گناہوں اور زہاد اور عالموں کے لئے ہے۔ نہ کہ جاہلوں، گنہگاروں اور غریبوں کے لئے۔ چونکہ مسیحی مذہب کل اشخاص کو اپنے میں جذب کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس لئے حق نہیں ہے۔ ہر شخص کو اپنے ملکی دستور کے مطابق عبادت کرنی چاہیے۔ بت پرستی جائز ہے۔ اور نادیدہ خدا کی عبادت درست نہیں ہے۔ یہ جاہلوں کا شیوہ ہے۔ ان کے بعد ہیر و کلیر نے کئی کتابیں مسیحی مذہب کے خلاف لکھیں۔ اُن میں سے "الفاظ حق" بہت مشہور ہے جس میں وہ زور دیتا ہے۔ کہ ہمارے بُت اور دیوی دیوتا تمام نبیوں سے افضل ہیں۔ عیسائی مذہب نادیدہ واحد خدا کی تلقین کرتا ہے اس لئے بالکل جھوٹا مذہب ہے۔ پرستش ہمیشہ دیدنی بتوں کی کرنی چاہیے جس کو کبھی دیکھا نہیں اُس کی عبادت کیونکر کریں؟

ان مخالفین دین مسیحی نے اپنی تصنیفات میں مسیحیوں کی کتب مقدسہ مروجہ سے ہزار ہا حوالے دیئے ہیں۔ جن کے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے زمانہ میں بھی وہی انجیل مستعل تھی جو کہ اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ مقابلہ کر کے دیکھ لیجئے کہ ایک ایک لفظ مروجہ انجیل سے ملتا ہے۔

### (۵) حامیانِ دین مسیحی کی تحریرات - جبکہ مخالفانِ دین مسیحی نے مسیحیوں اور مسیحی دین پر

جھوٹے اور خود تراشیدہ الزام لگائے۔ اور بُت پرستی کی حماقت کی اور مذہب کو صرف عالموں اور زاہدوں تک محدود کر دیا۔ تو ضرور تھا کہ اُن کا جواب باصواب دیا جائے۔ پس چند نہایت ہی زبردست مصدقین مذہب مسیحی پیدا ہوئے۔ کہ جنہوں نے مخالفوں کو تڑکی بہ تڑکی جواب دیا۔ اور مسیحی مذہب کو الٰہی مذہب ثابت کیا۔ یہ مصنف دو قسم کے تھے۔ اول وہ جو یونانی زبان میں لکھتے تھے۔ اور اُن کا طرز بیان نہایت عالمانہ اور فاضلانہ تھا۔ سب سے قدیم مصنف دوسری صدی میں کوڈریٹس اور برٹائیڈز تھے پھر جسٹن اور اُس کے بعد اتھینا گورس، اور میلیتو ہوئے۔ اور پھر ٹاشیان اور تھیوفلس ہوئے۔ اور ان سب کے بعد کلیمنس اور آریجن ہوئے جو کہ سکندر یہ کے افضل الفضلاء اور اکمل الکلماء تھے۔ تیسری صدی میں چند لاطینی مصنف پیدا ہوئے۔ اُن میں سب سے پہلا لاطینی مصنف منوشی اس فیکس تھا۔ جو ٹرولین کا ہم عصر تھا۔ اور اس کے بعد کپریان بڑا نامور مصنف گذرا ہے۔ پھر چوتھی صدی کے آغاز ہی میں ارنوبی اُس نے اور اس کے بعد لیکٹیسی اُس نے ایک لاجواب کتاب لکھی۔ یہ سب افریقہ کے باشندے تھے۔ اور روما کی کلیسیا میں ہپولیٹس ایک نامور مصنف تھا۔ ان سب مصنفوں نے انجیل مقدس کے ہزار ہا حوالے اپنے تصنیفات میں دیئے ہیں۔ جو باہم مقابلہ کرنے سے ازمنہ سابقہ وعہد حاضرہ کے نسخوں کے عین مطابق ہیں۔

اب یہ وقت تھا۔ کہ جبکہ عظیم الشان اور عالمگیر سلطنت روم کا مذہب بُت پرستی اور وہم پرستی نہ رہ گیا تھا۔ بلکہ اُس کا بادشاہ قسطنطین اعظم خود مسیحی ہو گیا تھا۔ یہ ۳۳۴ء کا ذکر ہے۔ اور دین مسیحی سلطنت روم کا سرکاری جائز مذہب قرار دیا جا چکا تھا۔ اس زمانہ میں سلطنت روم ۱۱۶ مختلف صوبوں میں منقسم تھی۔ جن میں متفرق زبانیں بولی جاتی تھیں۔ لیکن یونانی زبان ہر کہیں یکساں سمجھی جاتی تھی۔ ان ۱۱۶ صوبوں میں دین مسیحی مدت سے دراز سے جاری تھا۔ اور ان تمام مختلف صوبوں کی مسیحی جماعتوں کے پاس کتب مقدسہ اُن کی اپنی اپنی زبانوں میں بکثرت موجود تھیں۔ جن کو وہ کلام اللہ مان کر اپنی اپنی جماعتوں اور عبادتخانوں میں متواتر پڑھتے اور سناتے تھے۔ اور دوسرے بُت پرست منکران دین مسیحی کے اعتراضات کی تردید میں آیات کتب مقدسہ بطور اقتباس اپنی کتب و رسائل اور خطوط اور تحریرات بحث و مباحثہ میں درج کرتے تھے۔ پس اگر اُس وقت سے پیشتر ۳۲۴ء کے مقدس نوشتے باہم گرواٹق و مطابق نہ ہوتے۔ تو کبھی یہ ممکن نہ تھا۔ کہ اُن مختلف دور دراز ملکوں اور مختلف فرقوں اور متفرق زبانوں کی بیشمار کتابوں، رسالوں، خطوں اور دیگر مناظرانہ تحریرات کے مطالب و مقاصد اور اقتباسی آیات باہم گرواٹق و مطابق ہوتیں۔ مگر چونکہ وہ مطابق و موافق باہم گرواٹق۔ اس لئے نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ کل پاک نوشتے شروع ہی سے بلا تحریف اُن میں مستعمل رہے۔ اسی طرح ۴۰۰ء اور اُس کے بعد کی نامحسور تحریرات و تصنیفات کی متفقہ شہادت سے یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ بلاشبہ اُس سے پیشتر بھی وہی صحف معتبر تھے کہ جو اُن کے درمیان ہر ملک اور ہر زبان میں مروج تھے۔ کیونکہ ۴۰۰ء سے ۱۴۰۰ء تک مشرقی اور مغربی ممالک میں مسیحی مذہب بکثرت پھیل گیا تھا۔ اور اکثر علماء اور نامور مصنف مسیحی ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے عہد جدید کے صحیفوں پر بیشمار شہادتیں ملتی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ صحف انجیل بالکل صحیح و معتبر اور مستند و معتمد ہیں۔ اور یہ کہ وہ بلاشبہ انہیں حواریوں کی تصنیفات ہیں جن کی طرف وہ منسوب ہیں۔

۱۴۰۰ء سے ۱۹۲۷ء تک ظاہر ہے کہ ۱۴۳۶ء میں چھاپے کا فن ایجاد ہوا۔ اُس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد بائبل کے نسخے چھاپے گئے۔ اُس وقت سے لے کر اُجٹک ہزاروں، لاکھوں کتابیں رسالے خطوط اور تحریرات موجود ہیں۔ کہ جن میں کثرت سے بائبل کی آیات اقتباس کی گئی ہیں۔ جو کہ ایسی موافق و مطابق باہم گرواٹق کہ اُن کی نسبت کسی کو کسی قسم کا شک و شبہ ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ کامل یقین ہو جاتا ہے۔ کہ جو صحیفے ان دنوں مروج ہیں وہی سب ۱۴۰۰ء تک جاری تھے۔ فی الجملہ ۵۰ء سے ۹۸ء اور ۹۸ء سے ۷۰ء اور ۷۰ء سے ۴۰۰ء اور ۴۰۰ء سے ۱۴۳۶ء اور ۱۴۳۶ء سے ۱۹۲۷ء تک کلام اللہ کے نہ بدلنے کا بیان ہم نے تاریخی طور سے کر دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آج کے دن سے لے کر رسولوں کے عہد تک معتبر تصنیفات میں صحف مذکورہ کی شہادت کاملہ کا مسلسل سلسلہ ملتا ہے کہ جس سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے۔ کہ جو صحیفے ان دنوں عہد جدید کے مجموعہ میں شامل ہیں۔ وہی بحسنہ حواریان مسیح کے زمانہ تک ہر وقت برابر مسیحیوں میں جاری اور رائج اور مشہور و معروف رہے۔ اور صرف وہی معتبر و مستند کلام الہی تسلیم کئے گئے۔ اور نیز رسولی زمانے اور وسطی زمانہ کے اور عہد حاضرہ کے کل نسخوں کا باہمی مقابلہ کر کے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ انجیل مقدس اور عہد عتیق کا متن کبھی نہیں بدلا۔ بلکہ برعکس اس کے دنیا کی کل کتب کے مقابلہ میں بالکل غیر محرف و بلا تبدیل و تصحیف ہے۔ بڑی تحقیق و تدقیق کے بعد کل علمائے یورپ و امریکہ کی یہی رائے قرار پائی ہے۔

اگر علماء کی نظر میں کتب مقدسہ محرف یا غیر معتبر ثابت ہو جائیں۔ تو وہ ان محرف اور غیر معتبر کتابوں پر اپنا ایمان رکھ کر اپنی عاقبت کو کیوں

خراب کرتے؟

ہم اس جگہ اس امر کے گذارش کرنے سے بھی باز نہیں رہ سکتے۔ کہ گذشتہ صدی میں عہد جدید کے متن کی صحت و صداقت پر یورپ و امریکہ کے چند دہریہ اور ملحد علماء نے بڑے بڑے قیاسی اور محض فرضی اعتراضات کئے تھے۔ اور اُس کے مستند اور قدیم ہونے کو اپنی قیاسی اور فرضی

دلائل سے باطل ٹھہرانے کی بجد کوششیں کی تھیں۔ اور جن کی ناقابل اعتبار تحریروں کی پیروی اور خوشہ چینی ہندوستان کے مولوی رحمت اللہ کریانوی مصنف اعجاز عیسوی اور ڈاکٹر وزیر خاں اسسٹنٹ سر جن آگرہ اور مولوی سید آل حسن موہانی وکیل آگرہ مصنف کتاب استفسار نے کی تھی۔ اور پھر ان سب کی تحریروں کی کاسہ لیبسی و خوشہ چینی مرزا غلام احمد قادیانی نے خوب کی۔ اگرچہ یہ امر سراسر خلاف مسلمات و مقبولات قرآن عربی تھا۔ لیکن تو بھی انہوں نے یورپ کے دہریوں اور ملحدوں کی پُر تعصب اور زہر سے لبریز قیاسی اور مصنوعی تحریروں سے تقویت پا کر اور ان کو بمنزلہ الہام الہی اور نوشتہ جبرئیل جان کر مسیحیت پر بڑے زور شور سے حملے کئے تھے۔ مگر موجودہ صدی کی جدید تحقیقات نے یورپ و امریکہ کے تمام ملحدوں اور دہریوں کے اُن تمام قیاسی اور خود ساختہ اعتراضات کا قرار واقعی قلع قمع کر دیا ہے۔ جس کا نتیجہ اب یہ نکلا ہے۔ کہ جو لوگ پہلے عہد جدید کے متن پر شک و شبہ کرتے تھے۔ وہ شہادت اب کا عدم ہو گئے ہیں اور ملحدوں کے قیاسی اعتراضات بالکل غلط اور بے بنیاد ثابت ہو گئے ہیں۔ اب سائنس اور تحقیقات جدید کے ہر پہلو سے نئے عہد نامہ کا متن بعمر دیگر واقعات مندرجہ انجیل کے بالکل صحیح اور درست ثابت ہو چکا ہے۔

چنانچہ امریکہ کے ایک جید اور عالم معتبر ڈاکٹر کیمڈن ایف کو برن صاحب نے ایک عدیم النظیر کتاب تصنیف کی ہے۔ جس کا نام دی نیو ٹیسٹمنٹ ان اٹس سیننگ ہے۔ اس میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے صحت متن انجیل و نیز قدامت انجیل پر نہایت عالمانہ اور فاضلانہ بحث کرتے ہوئے ہر باب میں آرکیالوجی (علم آثارِ قدیمہ) کی زبردست شہادتیں پیش کی ہیں۔ جو کہ علماء کی نظر میں نہایت درجہ معتبر اور مستند قرار پانچگی ہیں۔ اور انہوں نے اس کل بحث کا نتیجہ یہ نکالا ہے۔ کہ علم آرکیالوجی کی رو سے نئے عہد نامہ کا متن کسی دیگر قدیمی کتاب کے متن کی بہ نسبت زیادہ صحت اور صفائی اور یقین کے ساتھ قائم ثابت ہوتا ہے۔ اور انجیلی متن کی قدامت کی بیشمار اور پُر زور شہادتوں کے برخلاف ایک دریافت بھی ایسی دستیاب نہیں ہوئی۔ کہ جس سے انجیلی متن کی بابت کچھ بھی شبہ پیدا ہو سکے۔"

پس انجیلی متن کے خالص اور بے لوٹ ہونے کا مسئلہ علم آثارِ قدیمہ کی بے شمار شہادتوں سے بھی ایسے عمدہ طور سے قائم اور ثابت ہو چکا ہے۔ کہ اُس کے مقابل کسی اور قدیم اصل زبان کی کتاب کے متن کے خالص اور بے لوٹ ہونے کا مسئلہ قائم نہیں ہو سکتا۔ اس کتاب پر امریکہ و یورپ کے تمام علماء و فضلاء باکمال نے یہ شہادت دی ہے کہ مصنف نامدار کی کتاب مذکورہ کا نتیجہ از روئے علم آثارِ قدیمہ بالکل صحیح اور قبولیت کے لائق ہے۔ اور اس میں کسی سخت سے سخت مخالف کو بھی چوں و چرا کرنے کی جگہ باقی نہیں رہتی۔" یہ کتاب حال ہی کی مطبوعہ ہے۔ جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ محققین اس نادر الوجود علمی کتاب کو ضرور ملاحظہ کر کے اپنے کل شہادت کا ازالہ کر سکتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ مندرجہ ذیل کتابیں بھی مطالعہ کریں۔ جو اسی مضمون پر روشنی ڈالتی ہیں۔ کینوی ٹرسٹ دی بائبل؟ (۲) آردی کریٹیکس رائٹ (۳) بیلونین اینڈ اوری اینٹل ایکس کاوشیں اینڈ اری بائبل ہسٹری (۴) دی ویٹنس آف بیلستان ٹودی بائبل (۵) ٹین میٹرس ڈنگ ان اچپٹ (۶) دی بائبل اینڈ دی برٹش میوزم۔

اب جو شخص اس روشنی کے زمانہ میں بائبل کی تحریف و تصحیف کے فرضی اور قیاسی راگ الاپے تو وہ سائنس کی جدید تحقیقات سے قطعی بے بہرہ ثابت ہو گا۔ اور اُس کے اقوال مردود ہونگے۔

اگر اب بھی کوئی شخص کتب مقدسہ میں تحریف کا مدعی ہو۔ تو اُس کو مندرجہ ذیل امور از روئے تاریخ ثابت کرنے پڑینگے۔

(۱) کس سن میں تحریف ہوئی؟

(۲) کس خاص مقام میں یہ فعل ناشائستہ عمل میں آیا تھا؟ ایک ہی جگہ یا کل دنیا کے ممالک میں یکدم ایسا فعل وقوع میں آیا تھا؟

(۳) کس شخص نے تحریف کی تھی؟

(۴) تحریف کا خاص مقصد کیا تھا؟

(۵) اس امر کے گواہ کون کون سے معتبر اشخاص ہیں۔ یہودی ہیں یا مسیحی یا مسلمان؟

(۶) دنیا کی تاریخ اس بارے میں کیا کہتی ہے؟ آیا کسی تاریخ سے یہ امر پایہ ثبوت تک پہنچ سکتا ہے؟

(۷) ایسے تحریف کے مدعی کو اصل انجیل کا نسخہ بھی پیش کرنا چاہیے؟ تاکہ ہم اُس اصل انجیل کا مقابلہ اپنی موجودہ انجیل سے کر کے تحریف و عدم تحریف کا حکم لگا سکیں۔ اگر مدعی کے پاس اس قسم کی کوئی انجیل نہیں ہے تو پھر اُس کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اور ظاہر ہے کہ دعویٰ بلا دلیل خارج ہوا کرتا ہے۔ صرف دعویٰ ہی سے کوئی ثابت نہیں ہو جاتی۔ اور محض مصادرہ علیٰ المطلوب کی محققین اور مدققین کی نظر میں کوئی قدر و منزلت اور وقعت نہیں ہے۔ پس آپ یا عدم تحریف کے فریادوں سے قائل ہو جائیے۔ یا اگر قائل نہیں ہوتے۔ تو پھر اصل انجیل لاکر دکھا دیجئے۔ اگر ہمارے پاس محرف اور جعلی انجیل ہے تو آپ لوگوں کے پاس کوئی غیر محرف اور اصل انجیل بھی ضرور ہوگی۔ کہ جس کی رُو سے ایسا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ بس پھر ہمارا اور آپ کا مناقشہ ہی ختم ہو جائیگا۔ اگر کوئی اصل انجیل آپ کے پاس نہیں ہے۔ تو پھر ہمارا دعویٰ اصلیت انجیل تاریخی طور سے ثابت ہے۔ اور آپ کا دعویٰ تحریف بائبل بلا دلیل خارج ہے۔

اکثر مسلمان اور خصوصاً مولوی صاحبان یہ بھی کہا کرتے ہیں۔ کہ پادری صاحبان نے انجیل میں ضرور تحریف کر دی ہے۔ کیونکہ قدیم مترجم انجیل میں چند ایسی آیتیں پائی جاتی ہیں۔ جو کہ اب نئے ترجمہ والی انجیل میں نہیں ہیں۔ اور اس میں سے نکال دی گئی ہیں۔"

ہم اس کے جواب میں مختصر طور سے یہ کہتے ہیں کہ بیشک وہ آیتیں ۷۰ء کے یونانی قلمی نسخہ کے مطابق آتھور ایزڈورن میں موجود تھیں۔ مگر اب ریوایزڈورن یعنی ترجمہ جدید میں سے خارج کر دی گئی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے جس قدم یونانی نسخہ سے ترجمہ کیا گیا تھا۔ وہ ۷۰ء کا قلمی نسخہ تھا۔ اور اُس قلمی نسخہ کے حاشیہ پر وہ خارج شدہ عبارتیں بھی مندرج تھیں۔ جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ جن کا مترجمین نے یہ سمجھا کہ یہ متن ہی کی چھٹی ہوئی عبارتیں یا آیتیں ہیں۔ اس لئے انہوں نے ترجمہ کرتے وقت اُس حاشیہ کی عبارتوں یا آیتوں کو بھی بلا امتیاز غلطی سے متن ہی کا جزو سمجھ کر ترجمہ میں شامل کر دیا۔ کیونکہ متن اور اُن میں امتیاز کرنا محال تھا۔ لیکن اب جبکہ بڑی تلاش اور جستجو سے علمائے یورپ کو اُس نسخہ سے بھی نہایت ہی قدیم یونانی متعدد قلمی نسخے مل گئے۔ جو ۲۴۰ء اور خصوصاً یوحنا رسول کی وفات کے کچھ عرصہ بعد کے ہیں۔ تو انہوں نے ۷۰ء والے نسخہ سے اُن کا مقابلہ کیا۔ مقابلہ کرنے سے معلوم ہوا۔ کہ "اُن نہایت ہی قدیم نسخوں کے حاشیہ یا متن میں ۷۰ء والے نسخہ کے حاشیہ کی عبارتیں نہیں ہیں۔ اور وہ متن کا جزو نہیں ہیں۔ اور وہ عبارتیں کاتب سے لکھتے وقت چھوٹ نہیں گئی تھیں کہ جس کے باعث حاشیہ میں اُن کو لکھنا پڑا تھا بلکہ یہ تو مالکان نسخہ جات کے اپنے تفسیری و تشریحی نوٹ تھے جو کہ انہوں نے اپنے افہام و تفہیم کے لئے حاشیہ پر لکھ دیئے تھے۔ اور غلطی سے اُن کو متن کی اصل عبارت سمجھ لیا گیا تھا۔"

پس انہوں نے حد درجہ کی تحقیق و تدقیق کرنے اور صد ہا قدیمی نسخوں کا باہم مقابلہ کرنے کے بعد اُن حاشیہ کی عبارتوں کو متن سے خارج کر دیا۔ علمائے یورپ کی اس کارروائی سے پاک نوبتوں کی تحریف و تصحیف کا الزام اُن پر عائد نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے اُن کی پرلے درجہ کی جسارت، صداقت، ایمانداری اور دیانتداری ظاہر ہوتی ہے۔ یہ بھی خوب دیا رکھئے۔ کہ اگر حاشیہ کی ان عبارتوں کو متن میں داخل رہنے دیا جائے۔ یا اُن کو نکال دیا جائے۔ تو اس سے کسی قسم کی بھی مشکل درپیش نہیں ہوتی۔ نہ کوئی تعلیم بدلتی ہے۔ اور نہ کوئی عقیدہ یا مسئلہ ہی غلط ثابت ہوتا ہے اور نہ کوئی اختلاف پڑتا ہے۔ بلکہ اُن عبارتوں سے تفسیر و تشریح کا کام نکلتا ہے۔ پس ان آیتوں کو نکالنے کی وجہ نقص تعلیم و مسائل نہیں۔ بلکہ صرف یہ ہے۔ کہ از روئے تحقیقات جدید عبارتیں انجیل کے قدیم ترین نسخوں کے متن کا جزو ثابت نہیں ہوئیں۔ بلکہ محض مالکان نسخہ جات کے تفسیری و تشریحی نوٹ۔ ہاں اگر کسی تحریف ثابت

کرنے والے میں یہ ہمت اور حوصلہ ہو کہ وہ یہ ثابت کر کے دکھادے۔ کہ یہ خارج شدہ عباراتیں نہایت ہی قدیم نسخوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ تو پھر ہمیں بھی اُن کو متن ہی کا حصہ قبول کر لینے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ لیکن اگر کوئی یہ ثابت نہ کر سکے۔ تو پھر ہمارا دعویٰ سچا ہے کہ مسیحی علماء نے انجیل کی اس قدر تحقیقات اور چھان بین کی ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے۔ کہ یونانی اصل متن میں کسی قسم کی بھی تحریف و تصحیف نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ متن انجیل کو قدیم سے قدیم نسخوں کے ساتھ مقابلہ کر کے صحیح اور مستند اور قابل اعتبار ثابت کر دیا ہے۔ پس جو لوگ انجیل میں تحریف لفظی کے قائل ہیں وہ سخت ترین غلطی میں مبتلا ہیں اُن کا دعویٰ بلا دلیل قابل تسلیم نہیں۔ اور اُن کا یہ دعویٰ از روئے قرآن بھی بالکل مہمل اور غلط ہے۔ وہ صرف مسیحیوں کی ضد پر تلے ہوئے ہیں۔ خواہ اُن کے اس اعتقاد سے اُن کا اپنا ہی ایمان برباد ہو جائے۔ لیکن اُن کو اس امر کی پرواہ نہیں۔ وہ کسی کی بھی نہیں سنتے۔ افسوس ہے ایسے مسلمانوں پر۔ لیکن مجھے ہر گز یہ توقع نہیں ہے کہ آپ سمجھدار اور بیدار ہو کر ایسے نام نہاد ضدی مسلمانوں کے ہم خیال و ہمنوا ہو کے اپنا ہی دین و ایمان غارت کر لینگے۔ کیونکہ یہ وہ کتابیں ہیں۔ کہ جن کی صداقت اور ربانی ہونے پر خود حضرت محمد نے ۲۳ برس تک ملک عرب میں بڑے زور شور سے شہادت دی۔ اور یہ کتابیں مسلمانوں کی دین و ایمان میں داخل کر دیں۔ جو شے کہ جزو ایمان ہو اُس پر ایسا الزام لگانا کہاں کی دینداری اور مسلمانی ہے؟

الغرض کتب مقدسہ کی تحریف و تصحیف کا دعویٰ عقل و نقل اور تاریخ کے قطعی برخلاف ہے۔ کوئی شخص اس کو ثابت کر کے دکھا نہیں سکتا۔ اور جو لوگ کاتبوں کے سہو کو پیش کر کے دعویٰ تحریف کی دلیل گرا دانتے ہیں وہ بالکل بے انصاف ہیں۔ کیونکہ اس امر کو تحریف عمدی (تصحیف) سے علاقہ ہی کیا ہے۔ سہو تو اکثر ناقلوں سے ہر ایک کتاب میں ہوا ہی کرتا ہے لیکن وہ مقابلہ کرنے سے درست کر لیا جاتا ہے۔ خوب یاد رہے کہ متن توریت و انجیل مقدس مختلف زمانوں کے ہزار ہا ہزار قلمی نسخوں کا باہمی مقابلہ کرنے سے بھی بالکل درست و صحیح ثابت ہو چکا ہے۔

پھر چند ترجموں کے اختلاف کے سبب سے جو دعویٰ تحریف کتب مقدسہ سماوی کیا جاتا ہے یہ بھی بالکل بیجا ہے۔ کیونکہ ترجموں کے اختلاف کا ہونا مترجموں کی کم علمی یا کم فہمی کے سبب سے ہوتا ہے۔ مثلاً چار شخص کسی کتاب کو مختلف جگہوں یا مختلف زبانوں میں ترجمہ کریں تو ضرور اُن میں کسی قدر اختلاف الفاظ اور محاورہ کا ہوگا۔ اور جبکہ مختلف استعداد لیاقت کے لوگ مترجم ہوتے ہیں۔ تو اختلاف کا ہونا ناممکن نہیں ہے۔ لیکن ان کے اختلاف کا اثر اصل کتاب کے متن پر نہیں پڑتا۔ اس لئے واجب ہے کہ جو ترجمہ اصل کے مطابق ہو اُس کو قبول کر لیا جائے اور بس۔

کیا مولانا شاہ عبدالقادر صاحب مولانا عاشق الہی صاحب مولانا مرزا حیرت صاحب دہلوی۔ مولوی شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی۔ مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور مولانا نجم الدین صاحب سیوہاری اور مولانا محمود الحسن صاحب مولوی فتح محمد صاحب اور مولانا محمد علی صاحب ایم اے امیر جماعت احمدیہ لاہور کے تراجم باہم ملتے ہیں؟ ہر گز نہیں۔ بلکہ اُن میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور ان میں سے کسی کو بھی مستند ترجمہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ ان اختلافات ترجمہ سے متن قرآن بھی بدل جاتا ہے؟ ہر گز نہیں پس اسی طرح انجیل و توریت کے مختلف ترجموں کا قیاس بھی کر لیں۔ اور آئندہ کلمہ تحریف در کتب مقدسہ زبان پر ہر گز نہ لائیں۔ کیونکہ یہ دراصل مسیحیوں ہی دل آزادی نہیں۔ بلکہ کتب مقدسہ کی توہین اور خود خدا تعالیٰ کی اہانت ہے۔

## ممانعتِ تحریف و تصحیف در کتاب المقدس

- (۱) تم اس کلام میں جو میں تمہیں فرماتا ہوں کچھ زیادہ نہ کیجیو نہ اُس میں سے کم کیجیو (استثنا ۴: ۲)
- (۲) تو ہر ایک بات پر جس کا میں تمہیں حکم دیتا ہوں دھیان رکھ کے عمل کیجیو تو اس سے زیادہ نہ کرنا۔ نہ اُس سے کم کرنا۔ اسثنا ۱۲: ۳۲۔
- (۳) تو اُسکے کلام میں کچھ نہ بڑھانا۔ (امثال ۳۰ باب ۶ آیت)۔
- (۴) میں ہر ایک آدمی کے آگے جو اس کتاب کی نبوت کی باتیں سنتا ہے گواہی دیتا ہوں۔ اگر کوئی آدمی اُن میں کچھ بڑھائے۔ تو خدا اس کتاب میں لکھی ہوئی آفتیں نازل کریگا۔ اور اگر کوئی اس نبوت کی کتاب کی باتوں میں سے کچھ نکال ڈالے۔ تو خدا اُس زندگی کے درخت اور مقدس شہر میں سے جن کا اس کتاب میں ذکر ہے اُس کا حصہ نکال ڈالیگا (مکاشفات ۲۲ باب کی ۱۸ سے ۱۹ آیت)۔

## حاتمہ

معزز ناظرین! آپ صاحبان کو مندرجہ بالا تمام دلائل و براہین کے ملاحظہ سے بخوبی واضح و آشکارا ہو گیا ہو گا۔ کہ کتاب مقدس کے صحیفے (عہد عتیق و عہد جدید) سب کے سب معتبر و مستند و صحیح و اصلی اہل کتاب میں مروج و متداول رہے ہیں۔ ہر طرح سے اُن کی شہادت کامل ملتی ہے۔ اور ہر گونہ اُن کی صداقت اور معتبری کا یقین حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ بھی کہ جس قدر اعتراضات کہ بعض علمائے اہل اسلام نے بادعائے تحریف کئے ہیں۔ اول تو اکثر اُن میں سے ایسے ہیں کہ جن کا کچھ تعلق بھی تحریف سے نہیں۔ اور جو اس سے تعلق رکھتے ہیں اُن سے ہرگز ثبوت تحریف نہیں ہوتا۔ علاوہ برآں یہ امر خود قرآنی عربی ہی کی تصدیق اور شہادت کے برخلاف ہے۔ جو صاف صاف گواہی دیتا ہے۔ کہ کتاب المقدس مروجہ یہود و نصاریٰ صحیح اور اصلی ہے۔ جو شخص حق پسندی اور عقل و انصاف کے ساتھ قرآن عربی کو پڑھے۔ اور اُس کے تمام مطالب و مقاصد کو جو دربارہ کتاب مقدس اور اُس کے صحیفوں یا یہود و نصاریٰ کے باب میں وارد ہیں۔ ملاحظہ کرے۔ تو اُس کو ہرگز شبہ نہیں ہو سکتا ہے۔ کہ گویا قرآن عربی کا دعویٰ ہے۔ یا اُس سے یہ مستنبط یا مترشح ہے۔ کہ گویا اہل کتاب نے کتاب اللہ کو محرف کر دیا ہے۔ اور بدل ڈالا ہے۔ اور اب کتاب مذکور قابل اعتماد و لائق اعتماد نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض کوئی شخص ان آیات بینات قرآنی کو جو دربارہ صحت و اصلیت و معتبری کتاب المقدس کے ہیں قصداً یا سہواً پیش نظر نہ رکھ کر صرف اُنہی دو چار آیتوں کے ظاہری الفاظ پر نگاہ کر کے جو اہل یہود کے زبان مروڑ کر (تحریف زبانی) پڑھنے کے باب میں ہیں (اس بات کی مفصل تحقیق کے لئے دیکھو اسی کتاب کا دوسرا صیغہ حصہ) کھینچتے ہیں کہ اسی بات کو مان لے کہ قرآن عربی میں اہل یہود کو تحریف کرنے کا الزام دیا ہے۔ تو اس بہتان اور تہمت کو جہاں تک چاہو بڑھاؤ۔ وہ صرف چند اشخاص یہودیوں کی نسبت عائد ہو سکتی ہیں۔ مگر وہاں کے باقی یہودیوں کی نسبت (جن کی دینداری، نیکو کاری کی از حد تعریف کی ہے۔ اور اُن کے بارے میں اس بات کی گواہی دی ہے۔ کہ وہ خدا کے کلام کو اچھی طرح پڑھتے ہیں۔ اور وہی اس کتاب کے مومن بھی ہیں۔ اور وہ خدا پر ایمان لاتے ہیں۔ اور قیامت کو مانتے ہیں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے اور نیک کام کے کرنے میں دوڑتے ہیں۔ اور وہ لوگ نیکو کار ہیں)۔ تو ہرگز ہرگز خیال میں بھی نہیں آسکتا ہے۔ کہ قرآن عربی جن کی ایسی تعریف و توصیف کرے۔ پھر اُنہی کو تحریف کنندہ کلام اللہ قرار دے اور اس گناہ عظیم کا مرتکب و مجرم ٹھہرائے۔

پھر اگر بفرض محال مان لیا جائے کہ سب یہودیوں کی نسبت عائد ہو سکتی ہے۔ تو کیا وہاں کے نصاریٰ بھی اُن کے ساتھی ہو گئے۔ جن کی نسبت تمام قرآنی عربی میں تحریف کا ذکر اشارہ تک بھی نہیں کیا گیا۔ پھر محال بر محال اور خلاف برخلاف فرض کر لو۔ کہ مدینہ کے تمام اہل کتاب باوجود آپس کی

مخالفت و مہانت کے اُس بے ایمانی کے کام میں شریک ہو گئے۔ تو کیا تمام جہان کے یہود و نصاریٰ نے بھی اُن کا ساتھ دیا۔ اور تمام دنیا کے صحف مقدسہ یکساں محرف و متغیر کر دیئے گئے؟ ایسی جھوٹی بات پر کون یقین اور اعتبار کر سکتا ہے۔ اور کس کا دل ایسے غلط اور ناممکن امر کو تسلیم کر سکتا ہے۔  
دوم یہ کہ علاوہ اس کے جائے غور و مقام فکر ہے کہ اہل کتاب کو تحریف کرنے سے کیا غرض تھی؟ اُن کا کونسا مطلب نکلتا تھا؟ اور کیا فائدہ دین یاد نیا کا حاصل ہوتا تھا؟

اگر دینداری کا لحاظ کرو تو ظاہر ہے کہ جو دیندار ہے اور خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے اُس سے یہ ہر گز نہیں ہو سکتا کہ اسی کے کلام کو جس کو وہ سرچشمہ ہدایت جانتا اور مانتا ہے بدل ڈالے۔ اور اپنے خداوند خدا کے حکموں کو مٹا ڈالے اور بدل دے۔ اور جس کی رضامندی کا خواہاں اور جو یاں ہو۔ اسی کے غضب و قہر کو خود آپ ہی اپنے اُوپر بھڑکائے۔ اور جہنم کا وارث بنے۔

الغرض اہل کتاب کو کوئی غرض دینی نہ تھی کہ کلام اللہ کو جو اُن کے پاس تھا بدل ڈالتے۔ بلکہ تحریف کرنا بلاشبہ بے ایمانی اور خدا تعالیٰ کے قہر و غضب کا باعث تھا۔ کیونکہ کلام اللہ میں اس بات کی سخت تاکید و تہدید کر دی گئی تھی۔ کہ تم اس بات میں جو میں تمہیں کہتا ہوں نہ کچھ زیادہ کیجئے اور نہ کم۔ (استسنا ۴: ۲-۱۲: ۳۲-۳۰: ۶-۶ مکاشفات ۲۲: ۱۸، ۱۹)۔

باقی رہے دینی فوائد جیسا کہ اہل اسلام گمان کرتے ہیں۔ کہ اہل کتاب نے دنیا میں اپنی کتاب بدل ڈالی۔ چنانچہ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں لکھا ہے کہ اہل کتاب نے بہ سبب بعض وعدات اور حسد و حب جاہ و عزت کے اپنی مقدس کتاب میں تحریف کی۔ اور اسی طرح دوسرے مسلمانوں نے بھی اُن کی تقلید کرتے ہوئے ارقام کیا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ کوئی سبب دینی بھی نہیں تھا۔ کہ اہل کتاب کلام خدا کو بدل کر محمدی دین کے مخالف بنتے۔ اور قرآن عربی کے خلاف صحف مقدسہ بنا لیتے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اُن کو نہ حضرت محمد نے اُن کے خلفاء اور صحابہ یاد دیگر مسلمان بادشاہوں اور امیروں کے رُو برو عزت حاصل ہو سکتی تھی۔ نہ یہ منظور تھا کہ تحریف کرنے سے اُن کو مسلمانوں کی مانند دولت و حشمت و ریاست و حکومت و اختیارات اور خلق اللہ کی لوٹ اور غنیمت ملے گی۔ بلکہ ہر شخص خوب جانتا ہے کہ اگر اہل کتاب حضرت محمد اور قرآن عربی کو مان لیتے۔ تو اُن کی تالیف قلوب اور تہ غیب و تحریص تو حضرت محمد کو یہاں تک منظور تھی۔ کہ قبل اس کے کہ اُن کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے کا حال بخوبی معلوم ہو۔ اُن کی قرآن عربی میں جو بجا تعریف و توسیف بیان کی گئی تھی۔ اور مکہ چھوڑ کر بیت المقدس کی جانب سجدہ ہونے لگا تھا۔ اور بہت سے دستور و طریق شرعی و غیر شرعی دینی اور دینی مسلمانوں پر واجب و فرض و سنت و مستحب کئے گئے تھے۔ اور اہل کتاب کو جابجا بڑے بڑے وعدے کثرت سے دنیا و دین کے دیئے گئے تھے۔ پس اگر مسلمان ہو جاتے۔ تو یہ بیچارے کس لئے ملک عرب سے جلا وطن کئے جاتے۔ اور کیوں جریئے دیتے۔ اور کاہیکو اُن کے ملک غضب کر لئے جاتے۔ اور اُن میں سے بیچارے لوگ کیوں تہ تیغ و بیدر لہج ہوتے اور اُن کے خون سے کیوں روئے زمین سرخ ہوتی۔ اور کیوں ہزار ہا ہزار عورتیں اور بچے اسیر ہو کر مسلمانوں کو لونڈیاں اور غلام بن کر بکتے پھرتے۔ اور اُن کے تمام شہر و قصبات و قریٰ کیوں تباہ و برباد اور بے چراغ ہو جاتے۔ بلکہ صاف ظاہر ہے کہ اگر وہ قرآن عربی اور حضرت محمد کو مان لیتے تو (علاوہ اس کے کہ اُن سب آفات و بلیات گونا گوں سے بچ جاتے۔ جو نہ ماننے سے اُن پر نازل ہوئیں)۔ یہ بھی ضرور تھا کہ مسلمان ہو جانے سے عبد اللہ بن سلام کی مانند اُن کی اس دنیا میں بڑی عزت و قدرت و منزلت ہوتی۔ اور بہت سے دیگر مسلمانوں سے بہت ہی بڑھ کر دولت و حشمت و حکومت ملتی۔ اور متواتر مال و متاع غنیمت پاتے۔ اور اُن کے مناقب و محامد بھی قرآن عربی و احادیث میں مذکور و مسطور ہوتے۔ پس اہل کتاب کے لئے کون سے بواعث تھے۔ کہ جن کے سبب سے اُنہوں نے اُن سبب دینی عزت و دولت و حشمت اور عیش و طرب و خواہشائے گونا گوں کو ترک کر دیا۔ جو صرف قرآن عربی اور حضرت محمد کے ماننے سے بڑی آسانی کے

ساتھ حاصل ہو سکتی تھیں۔ اور ان کے بجائے انواع و اقسام کی تکالیف اور قصد لیے جن کے سننے سے انسان کے ہوش گم ہوتے اور بدن پر لرزہ طاری ہوتا ہے اپنے اوپر گوارا کئے۔ اور اُن تک نہیں کیا۔ یہ محض اُن کی سچی دیداری، خدا ترسی، مذہبی غیرت اور کتب مقدسہ کا بے انتہا عشق ہی تھا۔ کہ جس نے اُن کو قرآنِ عربی اور حضرت محمد کی اطاعت سے باز رکھا۔ اور انہوں نے تمام دینی سامانِ عیش و عشرت اور دولت و عزت اور حکومت کو اپنے دین و عقائد کے مقابلہ میں بالکل ہی بیچ سمجھا۔

ان باتوں پر جو شخص غور کریگا۔ بلاشبہ یقین کریگا۔ کہ اہل کتاب کے واسطے کوئی ایسا قوی سبب نہیں تھا۔ کہ وہ اپنی کتابوں کو بدل ڈالتے اور ان میں تحریف کرتے۔

پھر اس سے بھی قطع نظر کر کے یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ اگر بالفرض والتقدیر کوئی شخص یا کوئی قوم بلا سبب اور بغیر علت ناحق تحریف و تبدیل کتاب المقدس کا ارادہ بھی کرتی۔ تاہم اُس کے ایسے ارادے کی تکمیل قطعی محال و ناممکن تھی۔ اس واسطے کہ حضرت محمد سے پہلے ہی دینِ مسیحی ممالک و دراز میں پھیل چکا تھا۔ چنانچہ ممالک روم و شام و یونان و افریقہ مصر کے اکثر لوگ مسیحی تھے۔ اور بُت پرست لوگ خال خال پائے جاتے تھے۔ اسی طرح اطالیہ و فرانس و ہسپانیہ و انگلستان وغیرہ وغیرہ ملکوں کے باشندے اور نیز ملکِ جرمنی کے اکثر حصوں کے رہنے والے دینِ مسیحی قبول کر چکے تھے۔ اسی طرح عرب و ایران و ہندوستان اور چین میں بھی مسیحی اشخاص رہتے تھے۔ پس جو شخص ان ملکوں کی وسعت اور ان کے شہروں اور آبادی اور ان کے باہر گرفتاروں سے واقف ہے وہ بخوبی جان سکتا ہے۔ کہ یہ کس طرح ممکن تھا۔ کہ ان ممالکِ کثیرہ و بعید کے ہزار ہا مسیحی ایسی بے ایمانی کے کام میں ایک ہی وقت شریک ہو کر کلامِ اللہ کو متفق ہو کر بدل ڈالتے۔ اس خیال است و محالست و جنوں۔

اور پھر نہ صرف مسیحیوں کے پاس کتاب مقدس راج و مشہور تھی۔ بلکہ اُس زمانہ میں بھی یہودی فرقے کے فرقے جا بجا ملکوں میں کتاب المقدس کا ایک بڑا حصہ یعنی عہدِ عتیق رکھتے اور اُس کی تلاوت کرتے اور اُس کو کلامِ خدا جانتے اور مانتے تھے۔ اور ان صحیفوں کی از حد قدر و منزلت کرتے تھے۔ پس کسی طرح سے بھی یہ ممکن نہ تھا۔ کہ حضرت محمد کے زمانہ میں یا اُس کے بعد تمام جہان کے بیٹھارے یہود و نصاریٰ شرق سے غرب تک متفق ہو کر کلامِ اللہ کو بدل ڈالتے اور قرآنِ عربی کے مخالف بنا لیتے اور دنیا و عقبی کو برباد کر لیتے۔

پھر اس کے سوا یہ بھی قابلِ یادداشت ہے کہ حضرت محمد کے زمانہ اور اس کے بعد بلکہ اس سے پیشتر بھی نہ صرف یہی امور تھے کہ دینِ مسیحی بہت سے دُور و دراز ملکوں میں جاری تھا۔ جن کی زبانیں بھی جدا جدا تھیں اور ہر ایک ملک کے لوگ کتاب مقدس کو اپنی اپنی زبان میں پڑھتے تھے۔ اور عبادت خانوں میں سناتے اور تعلیم و تلقین کرتے تھے۔ بلکہ ان سبب موانع کثیر کے سوا یہ امر بھی تھا۔ کہ اس زمانہ میں اور اُس سے پہلے بھی مسیحیوں کے کئی فرقے تھے۔ جو یا ہمدگر بڑے غیرت مند اور مسائلِ جزیہ کے مباحثہ و مناظر میں سرگرم رہتے تھے۔ پس ممکن نہ تھا۔ کہ اگر ایک فرقہ ایسی بے ایمانی کا کام کرتا۔ اور اپنی کتاب کو بدل ڈالتا۔ تو باقی سب فرقے والے بھی اُن کا ساتھ دیتے۔ اور اس بے ایمانی اور شیطنت کے کام میں بالکل متفق ہو جاتے بلکہ نہایت ضرور تھا۔ کہ اگر کوئی ایسا ناواجب کام کرتا تو دوسرے لوگ فوراً اُس کو ظاہر کر دیتے۔ لیکن آج تک کتاب المقدس کی تحریف و تصحیف کی نسبت کبھی بھی کوئی تکرار یا کوئی مباحثہ نہیں ہوا۔ اور نہ کسی تاریخ میں ایسے عظیم الشان واقعے کا کوئی ذکر ہے۔

بجسے ایسا ہی حال سمجھئے کہ جیسا ان دنوں دینِ محمدی عرب، ایران، مصر اور ہندوستان وغیرہ وغیرہ ملکوں میں جاری ہے۔ اور مسلمانوں کے پاس قرآن ہے۔ اور مسلمانوں کے فرقے بھی مختلف اور سب ہی غیرت مند ہیں۔ پس اگر کسی جگہ کے لوگ یا کوئی فرقہ متفق ہو کر موجودہ قرآن کو بدل



ڈالے۔ تو ممکن نہیں ہے کہ تمام ملکوں کے مسلمان بھی اُس کا ساتھ دیں۔ اور بڑی خاموشی کے ساتھ کل دنیا بھر کے قرآن محرف ہو جائیں۔ پس اگر اس طرح قرآن محرف نہیں ہو سکتا۔ تو کتاب المقدس کا بدل جانا اس سے بھی زیادہ ناممکن اور قطعی محال تھا۔

فی الجملہ اس باب میں جس قدر تلاش و تحقیقات اور چھان بین کرو گے۔ اُسی قدر یقین پر یقین ہوتا چلا جائیگا۔ کہ کتاب المقدس (بائبل) کی صحت و اصلیت پر ذرا بھی شک و شبہ کرنا گویا آفتاب پر خاک ڈالنا ہے۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ یہ دعویٰ کہ گویا کتاب المقدس محرف ہے اور اس میں تحریف واقع ہوئی ہے صرف بلا دلیل ہی نہیں بلکہ سراسر باطل ہے۔ اور جو شخص قرآن عربی و حدیث کو منجانب اللہ جانتا اور مانتا ہے اُس کو لازم نہیں کہ ایسا باطل اور بے اصل دعویٰ کرے۔ جو بالکل ہی قرآن و حدیث اور تاریخ کے قطعی برخلاف ہو۔ اور جس سے قرآن عربی کے اقوال کی تکذیب لازم آئے۔ بلکہ ایک حقیقی مسلمان کو واجب و فرض ہے کہ جس طرح وہ شہادت و تصدیق قرآنی سے کتاب المقدس کو خدائے حی القیوم و اصدق الصادقین و عالم الغیب و الشہادتہ و منزہ عین السہو و النسیان کا سچا اور برحق کلام مانتا ہے۔ اسی طرح اس بات کا بھی یقین کرے کہ بلا ریب کتاب المقدس اصلی اور صحیح ہے۔ اور جو اس کتاب کو محرف کہتا ہے وہ فی الحقیقت دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

چونکہ قرآن عربی نے کتاب المقدس کی بڑے شد و مد کے ساتھ تصدیق کی ہے اور اُس کو منزل من اللہ تعالیٰ تسلیم کیا ہے اور اس پر تمام مسلمانوں کو ایمان لانے کی تاکید کی ہے۔ اس لئے قرآن عربی کے قول ہی کے مطابق تمام مسلمانوں پر فرض و واجب ہے کہ کتاب المقدس کا مطالعہ بدل و جان کریں جو رحیم و مہربان خدا نے خلق اللہ کی ہدایت کے واسطے مرحمت فرمائی ہے۔ اور جس میں نہایت واضح طور سے طریق نجات اور ابدی حیات کی راہ بتادی ہے۔ تاکہ کل بنی آدم اُس ہولناک روز عظیم میں غضب و قہر الہی سے مخلصی حاصل کر کے اُس لازوال اور دائمی فارغ البالی اور خوشحالی و خرمندی و ارجمندی کو حاصل کریں کہ جس کا وعدہ اُس نے یقینی طور سے اپنے سچے طالبوں سے فرمایا ہے۔

خداوند کریم و رحیم اپنے لاناہتا فضل عمیم سے میرے تمام دوستوں آشناؤں، عزیزوں بزرگوں کو ایسی ہی نیک توفیق اور ہدایت بخشے کہ وہ بے ریادل سے سچی توبہ کریں اور اُس کے حقیقی کلام کے ذریعہ سے اُس نجات و مغفرت تک جو اُس نے تمام بنی آدم کے واسطے بوسیلہ سیدنا عیسیٰ مسیح تیار کی ہے پہنچیں۔ اور اُس کی بے انتہا شفقت اور مکرمت میں شامل ہوں۔ امین یارب العالمین۔